بسم اللہ الرحمن الرحیم

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين

پاسبان علم وادب کی خصوصی اشاعت

سیرت سید البشر صلی اللہ علیہ وسلم

از

پاسبانی علماء کرام

نام کتابچہ	:	سیرت سید البشر ﷺ
جمع و ترتیب	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
صفحات	:	ترانوے (93)
اشاعت	:	نومبر/ 2020/ عیسوی ربیع الاول/ 1442 ھجری
ترتیب و تزئین	:	مسعود اعجازیؔ اورنگ آبادی
موبائل نمبر	:	(+91) 7387127358

نوٹ :- یہ سیرت النبی ﷺ پر مختلف مضامین کا مجموعہ ہے جسمیں سیرتِ طیبہ کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے

فہرست مضامین

نعت ، کوئی کاش جاکے کہہ دے ، یہ حبیب کبریا سے

بقلم :- مولانا حفظ الرحمن اعظمی

مرے قافلے کے لوگو ! ذرا کہہ دو رہنما سے
کہ ملے گی ہم کو منزل .... رہ عشق مصطفی سے

یہ جو حالت جگر ہے ، یہ فراق کا اثر ہے
کوئی کاش جاکے کہہ دے ، یہ حبیب کبریا سے

سنو گردش زمانہ ، میرے پاس تم نہ آنا
میں جو محو گفتگو ہو .... ابھی یاد مصطفی سے

میں بنوں وہاں گداگر .... مجھے لے چلو اڑا کر
اے ہوائے کوئے طیبہ ، مجھے ہند کی فضا سے

جہاں سنگ کی ہو بارش ، وہیں ہو کرم نوازش
یہ بھی درس اک ملا ہے ، ہمیں درس مصطفی سے

کہیں صاف لن ترانی ، کہیں ہے کہ ادن منی
یہ مقام کس نے پایا ، چلو پوچھ لو خدا سے

نعت ، "نبی" آیا نہیں کوئ محمد مصطفی جیسا

بقلم :- حافظ عامر اعظمی، العین

ہوا کب واقعہ جگ میں کوئ اس واقعہ جیسا
شب معراج خود اک واقعہ ہے معجزہ جیسا

عرب کے بچے بچے نے نبی کے حق میں گن گائے
جہاں میں ہے کہاں کوئ ....امام الانبیاء جیسا

مسلم ہے مصدق ہے یہ طے ہے اے جہاں والو
کوئ اب پا نہیں سکتا .... نبی کے مرتبہ جیسا

کئ آئے رسل **عامر**........... ہزاروں انبیاء آئے
مگر آیا نہیں کوئ ....حبیب کبریا جیسا

عیاں ہے سارے عالم پر شہادت تم بھی دو **عامر**
" نبی " آیا نہیں کوئ ....محمد مصطفی جیسا

نعت

بقلم :- مولوی اسامہ ثمر

سرکار سے ہمیں پیار تھا ہم پیار کرینگے
اور ان سے محبت کا ہم ..... اقرار کرینگے
تعلیم نبی پاک کو لا کر کے عمل میں
اس طرح محبت کا ہم اظہار کرینگے
ٹکڑے تو بدن کر دے گر چاہے میرا ظالم
پر ان سے ہم الفت کا نہ...... انکار کرینگے
کرتے ہیں سنن پاک کی جو پیروی ہر دم
گر چاہا خدا نے تو وہ ..... دیدار کرینگے
کہتے ہیں نبی کو جو میرے غیب کا عالم
اس دعوئ باطل کو ہم .بیکار... کرینگے
محبوبِ خدا پاک کی توہین جو کرے گا
ہم ایسے لعین شخص کو ....فی النار کرینگے
اس ذات مبارک سے ہیں وابستہ امیدیں
محشر میں شفاعت میرے..... سرکار کرینگے
جس ذات پہ قربان ہیں غلمان وملک حور
جاں اپنی اسی ذات پہ...... ثمرؔ وار کرینگے

نبی ﷺ کی محبت کے بغیر ایمان کامل نہیں

بقلم :- مولانا شیخ محمد خالد اعظمی قاسمی

وہ دل، دل نہیں جو پیارے نبی ﷺ کو یاد کرکے نہ تڑپے
وہ آنکھ، آنکھ نہیں جو محسن انسانیت ﷺ کی یاد میں نہ برسے،
وہ دماغ ،دماغ نہیں جو رحمت عالم ﷺ کی ذات گرامی کے بارے میں نہ سوچے
وہ کان ، کان نہیں جو سیدالانبیاء و المرسلین ﷺ کا ذکر مبارک سننے کیلئے نہ مچلے
خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنکے قلوب محبوب خدا کی سچی محبت سے سرشار ہیں
جنکی زندگی حبیبِ کبریا کی سنتوں سے معمور ہے جو ہر وقت بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں درود و سلام کے نذرانے کیساتھ رطب اللسان رہتے ہیں،
وہ شخص کامل مومن نہیں جس کے نزدیک افضل البشر، محمد عربی ﷺ کی ذات گرامی دنیا کی تمام چیزوں سے زیادہ محبوب نہ ہو.

لا یؤمن احدکم حتی اکون احب الیه من والدہ وولدہ و الناس اجمعین

کیوں کہ آپ ﷺ کی آمد سے خزاں رسیدہ دنیا میں بہار آئی، سسکتی بلکتی انسانیت کو قرار ملا

جہالت کی تاریکی چھٹی
ایمان و یقین کی شمع روشن ہوئی،
علم و عمل ،اخلاق و کردار کا درس ملا،
ہزاروں معبودان باطلہ کی پرستش کرنے والے ایک خدائے بزرگ و برتر کے پرستار بن گئے،
دنیا سے ظلم و تشدد، جہل و تعصب کا خاتمہ ہوا
عدل و انصاف کی فضا قائم ہوئی.
ناانصافی، سفاکی، خود غرضی، مفاد پرستی اور بربریت کا خاتمہ ہوا
پیار و محبت، اخوت و مروت، ایثار و قربانی کا بول بالا ہوا
وہ بیٹیاں جو پیدا ہوتے ہی زندہ در گور کردی جاتی تھیں انھیں ان کا مقام بتایا گیا کہ ایک عورت بیٹی کے روپ میں رحمت، ماں کی شکل میں جنت، بہن کی نسبت سے شفقت اور بیوی کی حیثیت سے سکون و راحت ہوتی ہے.....
باپ کو جنت کا دروازہ بتایا گیا
اور تمام لوگوں کے حقوق متعین کرکے ان کی ادائیگی کی ترغیب دی گئی حق تلفی سے ڈرایا گیا
وہ سماج اور معاشرہ جو بات بات پر لڑتا تھا معمولی باتوں پر ہونے والی لڑائیاں برسوں چلتی تھیں ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہوجاتے تھے اس سماج اور معاشرہ کو ایک پر امن و پرسکون گہوارہ بنادیا..

یہ سب کچھ اس ذات ستودہ صفات کے صدقے میں ہوا جو آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے (جب انسانیت گراہ رہی جہالت کی حکمرانی تھی ہر کفر و شرک کی تاریکی تھی) اسی ربیع الاول کے مہینے میں تشریف لائی
آپ کی آمد پر سلسلہ نبوت و رسالت پر مہر لگادی گئی اس طرح آپ ﷺ کو خاتم النبیین کا اعزاز ملا.

اس عظیم ذات گرامی سے جو محبوب خدا ہے ، بدرالدجی ہے شمس الضحی ہے، شفیع المذنبین ہے، امام الانبیاء و المرسلین ہے.. جسے اپنی امت سے بے انتہا پیار ہے جسکی دنیاوی و اخروی صلاح و فلاح کیلئے آپ بے چین رہتے تھے، ہر وقت متفکر اور غمگین نظر آتے تھے "**دائم الفکرة و متواصل الاحزان**" کی کیفیت ہوتی تھی

اسی حال میں امت کی ہدایت کیلئے آپ نے اللہ سے رو رو کر دعائیں کیں، دنیا کے ستم جھیلے اپنوں کی باتیں سنیں، رشتہ داروں نے ناطہ توڑا ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے آپ صلی اللہ علیہ و سلم نے سب کچھ برداشت کیا خود آپ کا ارشاد ہے اللہ کے راستے میں مجھے جتنی تکلیف دی گئی اتنی تکلیف کسی اور نبی کو نہیں دی گئی
یہ سب کچھ آپ ﷺ نے امت کیلئے برداشت کیا

اقبال سہیل اعظمی نے کہا ہے

راہ میں کانٹے جس نے بچھائے گالی دی پتھر برسائے
ان پر چھڑکی پیار کی شبنم صلی اللہ علیہ و سلم

پھر ایسے شفیق اور مہربان نبی سے کیوں نہ محبت کی جائے.

آپ ﷺ سے محبت کا تقاضا ہیکہ آپ کی مکمل اتباع کی جائے
آپ ﷺ کا ذکر کیا جائے آپ کو بار بار یاد کیا آپ کی بارگاہ میں ہمہ وقت درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا جائے
اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ کے لائے ہوئے مشن کو دنیا میں عام کیا جائے
آپ ﷺ نے جس اخلاق اور کردار کا نمونہ پیش کیا اسی اخلاق و کردار سے متصف ہوکر دنیا والوں سے معاملہ کیا جائے..

آج دنیا پھر اپنی اسی ڈگر پر جارہی ہے اور وہی منظر نظروں کے سامنے ہے جو آپ ﷺ کے دنیا میں تشریف لانے سے پہلے تھا
اس لئے آج بھی اہل دنیا کو اسی نسخہ کیمیا کی ضرورت ہے جو نسخہ کیمیا آپ ﷺ نے دنیا والوں کے سامنے پیش کیا تھا
سال میں ایک بار ربیع الاول کے مہینہ میں جشن ولادت نبی منا کر آپ ﷺ سے محبت کا حق ادا نہیں ہوسکتا

آپ ﷺ سے محبت،، ایثار و قربانی، اخوت و مروت، محبت و شفقت، عدل و انصاف کی متقاضی ہے اور یہ ہر کسی کے ساتھ ہونا چاہیے اپنا ہو یا پرایا، دوست ہو یا دشمن، سب کیساتھ نبوی اخلاق کا نمونہ پیش کرکے ہی ہم دلوں کو فتح کرسکتے ہیں۔

مشہور ہے

"فتحت المدینه بالاخلاق"مدینہ کو اخلاق کے ذریعے فتح کیا گیا.

جو دلوں کو فتح کرلے وہی فاتح زمانہ

دنیا کی بیقراری کو قرار اور انسانیت کی بے سکونی کو سکون اسلام اور پیغمبر اسلام ہی کی تعلیمات و ہدایات کی چھاؤں میں مل سکتا ہے....

پناہ دہر ہے اسلام ہی کے سائے میں

یہ وہ چمن ہے جہاں گل ہی گل ہے خار نہیں

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ و سلم کی کامل اتباع اور حقیقی محبت نصیب فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ و سلم کے لائے ہوئے مشن کو دنیا میں عام کرنے کی توفیق عطاء فرمائے.

شیخ محمد خالد اعظمی

24 اکتوبر بروز سنیچر

سیرت کی جامعیت

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

اردو کے معروف سیرت نگاروں نے خصوصیت کے ساتھ سیرتِ رسول ﷺ کے جس امتیازی پہلو کو خوب اجاگر کیا ہے وہ اس کی جامعیت ہے۔ جس طرح آخری نبی کو عطا کیا گیا دین کامل ومکمل اور تمام انسانی شعبوں کو محیط ہے، اور قرآن مجید ساری آسمانی کتابوں میں جامع کتاب ہے اور شریعت اسلامی جامع ومکمل ہے، اسی طرح خالق کائنات نے ختم نبوت کا فیصلہ فرمایا تو اخیر میں آنے والے انسانی طبقات کے لئے اسوہ بنایا گیا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے انتہائی جامع بنایا۔ حیاتِ انسانی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے سیرت رسول ﷺ میں نمونہ نہ ملتا ہو۔ اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا: ﴿لقد كان لكم في رسول الله أسوة حسنة﴾ تمہارے لیے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بہترین نمونہ ہے۔

اردو زبان کے سیرت نگاروں نے حیاتِ طیبہ پر خامہ فرسائی کرتے ہوئے سیرت کی جامعیت کو انتہائی خوبصورت پیرایہ میں واضح کیا ہے۔

پھر سیرت نگاروں میں بھی سیرت نبوی ﷺ کی اس اہم خصوصیت کو اجاگر کرنے میں معروف سیرت نگار علامہ سید سلیمان ندویؒ کو امتیازی مقام حاصل تھا۔"خصائص وامتیازات سیرت" پر اردو کیا کسی بھی زبان میں **"خطبات مدراس"** جیسی عظیم الشان کتاب منصہ شہود پر نہیں آسکی۔ ویسے اس کتاب میں سیرتِ رسول اللہ ﷺ کی جامعیت پر ایک مستقل ومبسوط خطبہ ہے۔ یہاں صرف چند اقتباسات پر اکتفاء کیا جاتا ہے۔ سید صاحب لکھتے ہیں :"کسی سیرت کے عملی نمونہ بننے کے لئے تیسری ضروری شرط جامعیت ہے۔ جامعیت سے مقصود یہ ہے کہ مختلف طبقاتِ انسانی کو اپنی ہدایت اور روشنی کے لئے جن نمونوں کی ضرورت ہوتی ہے یا ہر فرد انسان کو اپنے مختلف تعلقات وروابط اور فرائض وواجبات ادا کرنے کے لئے جن مثالوں اور نمونوں کی حاجت ہوتی ہے وہ سب اس آئیڈیل زندگی کے آئینہ میں موجود ہوں۔ اس نقطہ نگاہ سے بھی دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ سوائے خاتم الانبیاء علیہ السلام کے کوئی دوسری شخصیت اس معیار پر پوری نہیں اترتی"۔

آگے سیرت کی جامعیت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :"ایسی زندگی جو ہر طائفہ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل اخلاق کا مجموعہ ہو وہ صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہو سکتی ہے۔ اگر دولت مند

ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر غریب ہو تو شعبِ ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر بادشاہ ہو تو سلطانِ عرب کا حال پڑھو، اگر رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو ، اگر فاتح ہو تو بدر و حنین کے سپہ سالار پر ایک نظر دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاذ اور معلم ہو تو صفہ کے درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر واعظ اور ناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تنہائی اور بے کسی کے عالم میں حق کی منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار ومددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے ، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو،اگر اپنے کاروبار اور دنیاوی جد وجہد کا نظم ونسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر ،خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم ونسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبد اللہ اور آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے بچے کو دیکھو،اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر سفری کاروبار میں ہو تو بصریٰ کے کاروان سالار کی مثالیں ڈھونڈو، اگر عدالت کے قاضی اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نورِ آفتاب سے پہلے

داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رکھا ہے، اور مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر میں شاہ وگدا اور امیر وغریب سب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہ وعائشہ رضی اللہ عنہما کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر اولاد والے ہو تو فاطمہ کے باپ اور حسنؓ وحسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کوئی بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لئے نمونہ اور تمہاری سیرت کی درستی واصلاح کے لئے سامان تمہارے ظلمت خانہ کے لئے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کا نور اللہ کے اس آخری عالمی انقلابی آفاقی اور دائمی پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمہ گیر سیرت اور جامعیت کبریٰ کے خزانہ میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے، جو کائنات کی شب دیجور میں ہدایت کا روشن چراغ بن کر آیا"۔

(خطبات مدراس: ص 36)

رسول اللہ ﷺ کی ہمہ گیر اور جامع شخصیت کو سمجھنے کے لیے ذرا یہ اقتباس بھی ملاحظہ فرمائیں:

"وہ جو کہ بادشاہ ایسا کہ ایک پورا ملک اس کی مٹھی میں اور بے بس ایسا کہ خود اپنے کو بھی اپنے قبضہ میں نہ جانتا ہو، دولت مند ایسا کہ اونٹوں پر لدے خزانے اس کے دارالحکومت میں

آرہے ہوں اور محتاج ایسا کہ مہینوں اس کے گھر میں چولہا تک نہ جلتا ہو، سپہ سالار ایسا کہ مٹھی بھر نہتے آدمیوں کو لے کر ہزاروں غرق آہن فوجوں سے کامیاب لڑائی ہو اور صلح پسند ایسا کہ ہزاروں پر جوش جانثاروں کی ہمرکابی کے باوجود صلح کے کاغذ پر بے چوں وچرا دستخط کردیتا ہو، باتعلق ایسا کہ عرب کے ذرے ذرے اور پوری امت کے ایک ایک فرد کی اس کو فکر ہو، اور بے تعلق ایسا کہ اپنے خدا کے سوا کسی کی اس کو یاد نہ آتی ہو اور عین اس وقت جب کہ اس پر ایک تیغ زن سپاہی کا دھوکہ ہوتا ہو تو وہ ایک شب زندہ دار زاہد کی صورت میں جلوہ نما ہوتا ہے۔ عین اس وقت جب اس پر کشورکشاں فاتح کا شبہ ہوتا ہو وہ پیغمبرانہ معصومیت کے ساتھ ہمارے سامنے آجاتا ہے، عین اس وقت جب ہم اس کو شاہ عرب کہہ کر پکارنا چاہتے ہیں ،وہ کھجور کی چھال کا تکیہ لگائے کھردری چٹائی پر بیٹھا درویش نظر آتا ہے۔ عین اس وقت جب عرب کے اطراف سے آآکر اس کی مسجد میں مال واسباب کا انبار لگا ہوتا ہے اس کے گھر میں فاقہ کی تیاریاں ہوتی ہیں۔ اس اقتباس میں رسول اللہ ﷺ کی شخصیت میں پائے جانے والے متضاد پہلوئوں کی بڑے خوبصورت انداز میں منظر کشی کی گئی ہے۔

۲۰/اکتوبر ۲۰۲۰ء

نبی اکرم ﷺ کی ولادت کے وقت دنیا کے حالات

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

جس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت باسعادت ہوئی، اس وقت جاہلانہ رسومات، خود ساختہ مذہبی وسماجی بندشیں اور تہذیبی واخلاقی تنزلی اپنے عروج پر تھی، ہر طرف فتنہ وفساد کا بازار گرم تھا، دنیا شرک و کفر کی تاریکیوں میں بھٹک رہی تھی، آبادی کے تناسب سے خدا وجود میں آرہے تھے، ہر قبیلہ اپنے ہاتھوں بنائے ہوئے خدا پر ناز کیا کرتا تھا، عوام اس قدر فکری اور اخلاقی تخریب کاری کا شکار تھے کہ ہر اس چیز کی پرستش کرتے تھے جس میں اپنے سے زیادہ طاقت محسوس کرتے تھے۔

بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے قبل دنیا میں تصوراتِ تہذیب اور آدابِ معاشرت مکمل طور پر مسخ ہو چکے تھے۔ ہر طرف ظلم و ستم، جبر و تشدد اور وحشت و بربریت نے ڈیرے ڈال رکھے تھے۔ کفر و الحاد اور ظلم و جہالت کی تاریکی نے عالم انسانیت کو چاروں طرف سے گھیر رکھا تھا۔ عرب کی حالت دنیا کے دوسرے خطوں سے زیادہ دگرگوں تھی۔ جاہلیت اور نفس پرستی کی وجہ سے ان کی اخلاقی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ شراب نوشی، عورتوں کا عریاں رقص، لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینا،

لاتعداد بیویاں رکھنا اور والد کے مرنے کے بعد دیگر چیزوں کی طرح اپنی ماؤں کو بھی آپس میں بانٹ لینا اور بیویاں بنا کر رکھنا یا فروخت کر دینا عام تھا۔

بعض قبیلوں کا پیشہ ہی چوری، لوٹ مار اور قتل و غارت گری تھا۔ جو عورت بیوہ ہو جاتی اسے ایک سال کی عدت گزارنا پڑتی اور اسے نہایت منحوس سمجھا جاتا ایک سال تک اسے غسل اور منہ ہاتھ دھونے کے لئے پانی تک نہ دیا جاتا اور نہ پہننے کے لئے لباس ہی فراہم کیا جاتا۔

جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

"*كانت امرأة إذا توفي زوجها دخلت حفشا ولبست شر ثيابها ولم تمس الطيب حتى تمر بها سنة*"

1. بخاری، الصحیح، کتاب الطلاق، باب تحد المتوفی عنھا زوجھا، 5: 2042، رقم: 5024
2. مسلم، الصحیح، کتاب الطلاق، باب وجوب الإحداد، 2: 1124، رقم: 1489

بے حیائی اس حد تک عام ہو چکی تھی کہ حج کے موقع پر ہزاروں لوگ جمع ہوتے، لیکن قریش کے سوا سب مرد اور عورتیں برہنہ حالت میں طواف کرتے۔ ان کا یہ تصور تھا کہ جن کپڑوں میں ہم نے گناہ کیا ہے، ان میں طواف کیسے کریں۔

حشرات الارض یعنی چھپکلی، بچھو، چوہے اور سانپ تک کھا جاتے،

یتیموں کامال کھانا اور غریبوں کو ستانا عام تھا۔ معاشی زندگی میں سود کا نظام رائج تھا۔ عورتوں اور بچوں تک کو گروی رکھ دیا جاتا۔ لوگ بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔

" دفن البنت وھی حي "

"لوگ بچیوں کو زندہ درگور کر دیتے۔"

ان تمام نقائص و عیوب کے باوجود اہل عرب میں کچھ ایسی خصوصیات بھی تھیں جو آج کے مہذب اور ترقی یافتہ دور میں بھی ہمیں نظر نہیں آتیں مثلا ایفائے عہد حجاز کا عرب نہ کسی کا محکوم تھا اور نہ ہوس ملک گیری رکھتا تھا۔ شروع سے لے کے اس وقت تک کسی غیر نے ان پر حکومت نہیں کی تھی۔ اہل عرب کی مہمان نوازی اپنے اور بیگانوں سب کے لئے عام تھی۔ لیکن ان سب خوبیوں کو ان کی بدکرداری، ظلم وعیاشی نے اپنے ناپاک دامن میں چھپا رکھا تھا کیونکہ بے شمار برائیوں میں چند خوبیاں دب کر رہ جاتی ہیں۔ مزید یہ کہ ان کے نزدیک اچھائی اور برائی میں کوئی فرق نہیں تھا۔ وہ ہر کام عادتاً کرتے تھے۔ یہی کیفیت ان کی مذہبی دنیا میں بھی تھی۔ مذہبی ذوق کی تسکین کے لئے انہوں نے بت تراش رکھے تھے مگر پرستش کے باوجود وہ اپنے معبودوں کے تابع نہیں تھے۔
جو من میں آتا کر ڈالتے تھے۔ نسلی تفاخر اپنی آخری حدوں کو چھو رہا تھا وہ ہر غیر عرب کو عجم (گونگا) کہا کرتے تھے۔

الغرض اس وقت پورا عرب ظلم و جہالت اور اندھیر نگری کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ جس وقت اسلام دنیا میں آیا، مشرق و مغرب دونوں جہانوں پر جہالت کی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ ظہور اسلام سے بہت پہلے ان اقوام کی علمی و ثقافتی سرگرمیاں ختم ہو چکی تھیں اور وہ جمود و اضمحلال کی زندگی بسر کر رہی تھیں۔

عالمی منظر نامہ

انسانیت، آمریت اور شہنشاہیت کے ظلم کا شکار تھی۔ شرفِ انسانی کی ہر قدر پامال ہو چکی تھی۔ جزیرہ نمائے عرب ہی نہیں پوری دنیا ظلم و جبر کا منظر پیش کر رہی تھی۔ انسانی حقوق کا ہر تصور حکمرانوں کی انا کی گرد میں گم ہو چکا تھا۔ قبل اَز بعثتِ محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم روم اور ایران اپنے وقت کی عالمی طاقت (super powers) کی حیثیت رکھتے تھے۔ اپنے وقت کی یہ سپر پاورز تہذیبِ نسلِ انسانی کے ارتقاء کی بجائے چھوٹے اور کمزور ممالک پر غلامی کی سیاہ رات مسلط کر کے ایک غیر فطری احساسِ برتری کے لا علاج مرض میں مبتلا تھیں۔ طبقاتی کشمکش تمام تر قباحتوں کے ساتھ ابن آدم کا مقدر بنی ہوئی تھی۔ سماجی برائیوں کا چنگل ذہنِ انسانی تک محیط ہو چکا تھا۔ تاریخ کا سفر جاری رہا اور سیاسی، سماجی، روحانی اور اقتصادی زنجیروں کی گرفت سے بچنے کی ہر سعی ناکام ہونے لگی۔ ایرانیوں اور رومیوں کے حکمران

طبقے پرُآسائش زندگی گزار رہے تھے۔ حکمرانوں کے گرد خوشامدیوں کا ٹولہ جمع ہو چکا تھا۔ علاوہ ازیں اہلِ ہنر بھی ان حکمرانوں کی دہلیز پر کھنچے چلے آ رہے تھے۔ یہ اہلِ کمال بھی اپنا کمال ان حکمرانوں کی پر آسائش زندگیوں کو مزید پر آسائش بنانے کے لئے استعمال کرتے۔ شاہی خزانے سے انعام پاتے اور حکمران عوام کے خون پسینے کی کمائی سے اپنے عشرت کدے سجاتے، عوام کے ساتھ جانوروں سے بھی بدتر سلوک ہوتا۔ حکمران اور محکوم طبقوں کے درمیان نفرت کی ایک وسیع خلیج حائل تھی، ظلم کا بازار گرم تھا اور سلطانی جمہور کے کہیں بھی آثار نظر نہ آتے تھے۔

غرض یہ کہ ہر طرف کفر و شرک کی آندھیاں چل رہی تھیں۔ کہیں ستاروں کی پوجا ہورہی تھی تو کہیں آتش پرستی سے قلوب و اذہان بھسم کیے جارہے تھے۔

گویا انسانیت تباہی کے دہانے پر کھڑی تھی کہ اللہ کی رحمت کو جوش آیا اور مکہ مکرمہ کی اسی سرزمین سے کہ جہاں اللہ کا گھر اس کے خلیلؑ نے تعمیر کیا تھا اور دعا کی تھی:

﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ [البقرة: 129].

اے ہمارے رب! ان میں انہی میں سے ایک رسول بھیج جو ان کے سامنے تیری آیتیں پڑھے، انہیں کتاب و حکمت سکھائے اور انہیں

پاک کرے۔ بے شک تو غلبے والا اور حکمت والا ہے۔
اور اسی طرح سیدنا عیسیٰ علیہ السلام نے بھی بشارت دی:
وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُم مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِن بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُم بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُّبِينٌ﴾ [الصف: 6]۔ اور جب مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ اے میری قوم بنی اسرائیل میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول ہوں، اپنے سے پہلے کی کتاب تورات کی بھی تصدیق کرنے والا ہوں اور اپنے بعد آنے والے ایک رسول کی خوش خبری سنانے والا ہوں' جن کا نام احمد ہے' پر جب وہ ان کے پاس کھلی دلیلیں لائے تو یہ کہنے لگے کہ یہ تو کھلا ہوا جادو ہے۔
دیگر انبیاء کرامؑ نے بھی بشارتیں دی تھیں کہ ایک رسول رحمتﷺ آنے والے ہیں تو وہ ابر رحمت قریش کے سردار عبدالمطلب کے گھر عبداللہ کی بیوہ آمنہ کے بطن سے ہویدا ہوا اور اس کی (نبی مکرم ﷺ) پیدائش پر رب کائنات نے یہ معجزہ دکھایا کہ نور کی تجلیات و عرفان سے شام کے محلات روشن ہوگئے، بیت اللہ میں رکھے گئے بت سرنگوں ہوگئے، آتش کدہ ایران جو صدیوں سے روشن چلا آ رہا تھا بجھ گیا اور پوری کائنات ارضی کو یہ پیغام ربانی دیا گیا کہ اب وہ ہستیﷺ کائنات میں تشریف لا چکی جو ہر قسم کی شرک و ضلالت کو

اپنے پائے استحقار تلے روندنے والی ہے۔

عبدالمطلب کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ تھا۔ وہ اپنے حسین و جمیل پوتے کو گود میں لیے بیت اللہ میں آئے اور ولادت کا اعلان عام کیا۔ لوگوں نے جب پوچھا کہ بچے کا نام کیا رکھا ہے تو عبدالمطلب نے برجستہ کہا محمدؐ۔ سب لوگ حیران ہوگئے کہ یہ نام عرب میں مانوس نہیں تھا۔ عبدالمطلب نے کہا کہ اس نام کے معنی بہت زیادہ تعریف کیے گئے ہیں۔ یہ نام اللہ ہی نے رکھوایا کہ تاقیامت جب تک اللہ کا نام بلند ہو گا۔ اس کے محبوبؐ کا نام بھی بلند ہوتا رہے گا۔

ایسے حالات میں اللہ رب العزت نے انسانیت پر احسان فرمایا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انسانوں کے لیے رحمت عالم بنا کر مبعوث فرمایا، جس کا اعلان حق سبحانہ تقدس نے ان الفاظ میں فرمایا:

وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين [الأنبياء:].

ہم نے آپؐ کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

محمد ﷺ کی محبت دین حق کی شرط اول ہے

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

پورا عالم کفر اور خصوصاً یہود ونصاریٰ اور ہنودو مشرکین روز بروز اسلام کے وسیع ہوتے دائرے کو دیکھ کر ہمہ وقت پیچ وتاب کھاتے رہتے ہیں ، اور ان کا یہ اضطراب اور غم و غصہ نیا نہیں ہے بلکہ یہ ابتداء اسلام ہی سے اسلام اور رسالت مآب ﷺ کے دشمن ازلی بنے چلے آرہے ہیں ۔

ستیزہ کار رہاہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے.... شرارِ بولہبی

اور ہمہ وقت اس تگ ودو میں لگے رہتے ہیں کہ کسی طرح آپ کے دامنِ مبارک پر چھینٹے اڑاکر اس کو داغدار کریں تاکہ کسی بھی طرح اسلام کے شیوع کو روک سکے اور یہی وجہ ہے کہ وقت بوقت مسلسل ایسے مکروہ واقعات اور منظم و طے شدہ دلخراش حادثات سامنے آتے رہتے ہیں جس میں یہ بدبخت و بد باطن اور خبیث ٹولے رسالت مآب ﷺ کی شانِ اقدس میں گستاخی اور ہرزہ سرائی کرکے اپنی روسیاہی کا سامان کرتے رہتے ہیں۔

اللہ رب العزت نے امام الانبیاء، سید المرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین ، فخر موجودات، رسالت مآب ﷺ کو جس بلند

وبرتر مقام سے سرفراز فرمایا ہے اس سے نہ صرف ہر صاحب ایمان بلکہ ہر فردِ بشر بخوبی واقف ہے ۔ اللہ تعالی نے اپنے نبی پاک ﷺ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا" *ورفعنا لک ذکرک* " اے محبوب! ہم نے آپ کے آوازہ کو بلند کیا ہے ، چنانچہ اس پوری کائنات میں خالقِ کائنات کے بعد مخلوق میں سے اگر سب سے زیادہ کسی کا ذکر خیر کیا جاتا ہے تو لاریب وہ ذات صرف اور صرف رسالت مآب ﷺ کی ذات اقدس ہے۔

کرۂ ارض پر موجود ہر صاحب ایمان کے کلمۂ شہادت میں آپ کا نام ، موذن کی اذان واقامت میں آپ کا نام، نمازی کے تشہد و درود میں آپ کا نام ، بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ ہر مسلمان کے سینے میں اور اس کی زبان پر آپ کا نام نامی بصد ادب و احترام جاری و ساری رہتا ہے۔

امام بخاری اور مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے، عَن أَنَسِ بنِ مَالِكٍ, قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم "*لاَ يؤمِنُ أَحَدُكُم حَتّى أَكُونَ أَحَبّ إِلَيهِ مِن وَلَدِهِ وَوَالِدِهِ وَالنّاسِ أَجمَعِينَ*".

ترجمہ : حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کامل ایمان والا نہیں ہو سکتا یہاںتک کہ میں اس کے نزدیک اس کے والد، اولاد اور پوری انسانیت سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔

امام خطابی نے حدیث شریف کی شرح کرتے ہوئے فرمایا کہ یہاں طبعی محبت مراد نہیں ہے بلکہ اختیاری محبت مراد ہے، اس کا مطلب یہ ہوا کہ میری محبت کی تصدیق اسی وقت ہو گی جب کہ اپنے نفس کو میری اطاعت وفرمانبرداری میں فنا کر دے۔ اور میری رضا کو اپنی خواہشات پر ترجیح دے اگرچہ اس میں ہلاکت ہو۔

نیز شارح بخاری علامہ ابن بطال اور قاضی عیاض وغیرہ نے محبت کی تین قسمیں (محبت اجلال، محبت شفقت اور محبت استحسان) بیان کی ہیں۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کو تینوں قسموں میں جمع کرے۔

آگے علامہ ابن بطال حدیث شریف کا معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: جس نے ایمان کو کامل کرلیا تو اسے یہ بات معلوم ہو گی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اس کے والد، بیٹے اور تمام لوگوں کے حق سے بڑھا ہوا ہے۔

اسی لئے کہا گیا ہے کہ حب نبویؐ کے بغیر ایمان میں کمال حاصل ہونے کا کوئی تصور نہیں ہے اور جس کو نبیؐ سے جتنی زیادہ محبت ہو گی وہ اتنا اپنے ایمان میں کامل ہو گا۔ گویا محبت رسولؐ ہی ایمان کی کسوٹی ہے جس کو رسولؐ سے محبت نہیں اس کے ایمان کا دعویٰ جھوٹا ہو گا اور ایسا ایمان اللہ کے پاس قبولیت کا مرتبہ حاصل نہیں کر سکے گا۔

مشہور شاعر اسمعیل میرٹھی نے کیا خوب کہا ہے :

محمدؐ کی محبت .... دین حق کی شرط اول ہے
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

اگر ہم صحابہ کرامؓ، تابعین اور اپنے اسلاف کی سیرت کا مطالعہ کریں تو ہم کو پتہ چلتا ہے کہ یہ نفوس قدسیہ عشق رسولؐ میں اتنے ڈوبے ہوئے تھے کہ آپ کی خاطر مرنے کٹنے کیلئے ہمیشہ تیار رہتے تھے۔

حضرت حسان بن ثابتؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں کفار کے اشعار کا جواب دیا کرتے تھے اور حضور نے ان کو مسجد نبوی کے منبر پر جگہ دیدی تھی۔

حضرت علیؓ ہجرت کے وقت اپنی جان کی پرواہ کئے بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر مبارک پر سوگئے تھے۔ صحابہ کرامؓ بے سروسامانی کی حالت میں حضور کے ایک اشارے پر مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کرگئے، یہاں تک کہ جب کفار نے اسلام کو مٹانے کی خاطر جنگ کا اعلان کیا تو تھوڑے سے صحابہ کرام اپنے نبی کریم کی محبت میں کفار کے ہزاروں لشکر سے لڑ پڑے۔ اسی طرح ہر صحابیؓ کی زندگی عشق رسول میں ڈوبی ہوئی تھی۔ ان کی زندگیوں سے ہم کو یہی درس ملتا ہے کہ ہر مسلمان کیلئے لازم ہے کہ محبت

رسولؐ کو اپنا وطیرہ بنالیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کو عشق نبویؐ کی دولت نصیب فرمائے کہ یہی وہ دولت ہے جس کے ملنے سے سارے جہاں کی دولتیں حاصل ہوجاتی ہیں۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں :

کی محمدؐ سے وفا.......... تونے توہم تیرے ہیں
یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے

آپ ﷺ کی رحمۃ للعالمینی

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

ربیع الاول وہ مقدس مہینہ ہے جب رسول اکرم ﷺ اس کائنات میں تشریف لائے۔ کائنات کے اس سب سے بڑے معجزے اور دنیا کے اس سب سے بڑے انسان کی آمد کی خوشی کو کسی شاعر، ادیب، سخنور، مقرر اور دانشور کی زبان اور قلم الفاظ میں سمیٹ نہیں سکتے۔ ہاں، صرف یہ ممکن ہے کہ قدرت نے ہمیں جتنی توفیق بخشی ہے اسے بروئے عمل لا کر ثنائے مصطفی اور ذکرِ محمد ﷺ سے اپنی خالی جھولی کو نیکیوں اور برکات سے بھرتے جائیں۔ رسولِ پاک ﷺ کے ذکر کیلئے جس پاکیزہ دل، آبِ زر میں ڈھلے ہوئے جذبات اور خونِ دل سے کشید کی ہوئی تحریر کی ضرورت ہے وہ ہر ایک کے نصیب میں کہاں۔ حضرت محمد ﷺ وہ حبیبِ خدا ہیں جن کا ذکر اللہ نے اپنی آخری کتاب میں خود اتنا بلند فرمایا دیا کہ کوئی انسان اپنے پروازِ تخیّل سے اُس بلندی تک رسائی حاصل کر ہی نہیں سکتا۔

اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: {ورفعنا لك ذكرك} اے محمد! ہم نے آپ کے آوازہ کو بلند کر دیا۔

بندہ اپنے رب، مخلوق اپنے خالق کا مدحِ رسول میں مقابلہ کر ہی نہیں سکتا، تاہم حضور نبی کریم پر درود بھیجنا ایک ایسا مبارک عمل ہے جس

میں اللہ اور اسکے فرشتوں کے ساتھ انسان بھی شریک ہونے کی سعادت حاصل کر سکتا ہے۔

شاعر نعت کی صورت میں اپنا نذرانہ عقیدت پیش کرتے ہیں، شاعر اسلام اور صحابی رسول حضرت حسان بن ثابتؓ کے وہ نعتیہ اشعار ناقابل فراموش ہیں جو درج ذیل ہیں:

وَأَحسَنُ مِنكَ لَم تَرَ قَطُّ عَيني : وَأَجمَلُ مِنكَ لَم تَلِدِ النِساءُ

خُلِقتَ مُبَرَّءً مِن كُلِّ عَيبٍ : كَأَنَّكَ قَد خُلِقتَ كَما تَشاءُ

"میری ان آنکھوں نے تجھ سا حسین و جمیل نہیں دیکھا اور تجھ سے زیادہ اکمل کسی ماں نے نہیں جنا۔

آپ ہر عیب اور نقص سے پاک پیدا فرمائے گئے۔ گویا خالق نے آپ کو آپ کی مرضی کے مطابق بنایا"۔

حضور نبی پاک کی زندگی کے 53 سال مکہ اور 10 سال مدینہ میں گزرے اور آپ ہاشم و عبدالمطلب کے گھرانے میں پیدا ہوئے۔ اس نسبتِ مقامی اور نسلی مناسبت کو علامہ سید سلیمان ندوی نے اپنے ایک شعر میں کتنی خوبصورتی سے جمع کر دیا ہے:

آدم کے لیے فخر یہ عالی نسبی ہے ؛ مکی، مدنی، ہاشمی و مطلبی ہے

حضرت محمد ﷺ کو تمام جہانوں کیلئے رحمتِ کُل بنا کر بھیجا گیا، اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں اعلان فرمایا:

{ *وما أرسلناك إلا رحمة للعالمين* } [الانبیا: ۱۰۷].

میدانِ اُحد میں آپ پر تیروں کی بارش ہو رہی تھی مگر آپ کی زبان پر یہ دعا تھی "اے اللہ میری قوم کو بخش دے کیونکہ وہ میرے منصب کو نہیں جانتے۔"۔۔۔ (رب اغفر لقومي فإنهم لا يعلمون*)

آپ ﷺ اپنی ذات کے اعتبار سے مجسم رحمت تھے۔ خالص انفرادی اور ذاتی معاملات میں بھی آپ ﷺ کی یہ خصوصیات نمایاں رہیں۔ مثلاً انسانیت سے ہمدردی اور دکھی اور مظلوم لوگوں کا خیال۔ یہ کیفیت آپ کے دل پر اس طرح راسخ تھی کہ آپ ﷺ کسی لمحے بھی اس سے غافل نہ رہے۔ اعلانِ نبوت سے پہلے کی زندگی میں آپ ﷺ کا محبوب مشغلہ ہی انسانیت کی ہمدردی، خصوصاً مظلوم اور دکھی انسانوں کی ہمدردی تھی۔

آپ ﷺ کی طبیعت کی رحیمی نے حرب الفجار سے خصوصی اثر لیا۔ اور اس سے مظلومیت کی حمایت کا احساس اور زیادہ مستحکم ہوا اور مکہ کی وہ انجمن جس کا مقصد مظلوموں کی حمایت تھا، آپ ﷺ کی کوششوں سے اور زیادہ مضبوط ہو گئی ۔ قدرت نے آپ ﷺ کی ذات میں رحمت کی یہ خصوصیت راسخ کی تھی اور یہی "ملکہ راسخہ" آگے چل کر نبوت اور فرائضِ نبوت کی انجام دہی میں ممد ثابت ہوا۔

قرآنِ پاک نے اسے یوں بیان کیا:

﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ...

١٥٩﴾... [سورة آل عمران: ١٥٩].

"واللہ کی رحمت سے تو ان کے لئے نرم ہے اور اگر تو سخت کلام، سخت دل ہوتا تو یہ تیرے ارد گرد سے بکھر جاتے۔"

خالقِ کائنات نے حضور صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو اس لقب سے نوازا۔ رحمت کی بنیادی خصوصیات کو آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کے دل میں قائم کیا۔ اور اس کے بعد تربیت، ہدایت اور آگاہی سے اسے مستحکم کیا۔ کئی مقامات میں جہاں نبی صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کو فرمایا گیا کہ آپ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رحمت کا یہ طریق کار اختیار کریں۔ مصائب و آلام میں صبر کریں۔ مشکلات کا بدلہ استقامت سے کریں۔ اور ایذاء رسانی کے مقابلے میں عفو و درگزر سے کام لیں۔ ایک مقام پر طریقِ تبلیغ سمجھاتے ہوئے فرمایا:

﴿ادۡعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِٱلۡحِكۡمَةِ وَٱلۡمَوۡعِظَةِ ٱلۡحَسَنَةِۖ وَجَٰدِلۡهُم بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ..﴾...

[سورة النحل: ۱۲۵].

"اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھے وعظ سے بلا اور ان کے ساتھ اس طریق پر بحث کر جو نہایت عمدہ ہو"۔

دوسری جگہ رحیمانہ طرزِ عمل یوں سکھایا گیا:

﴿ٱدۡفَعۡ بِٱلَّتِي هِيَ أَحۡسَنُ فَإِذَا ٱلَّذِي بَيۡنَكَ وَبَيۡنَهُۥ عَدَٰوَةٞ كَأَنَّهُۥ وَلِيٌّ حَمِيمٞ ﴿۳۴﴾﴾.

[سورة فصلت: ۳۴].

"(بدی کو) بہت اچھے طریق سے دور کر، پھر تو دیکھے گا کہ وہ شخص کہ تجھ میں اور اس میں دشمنی ہے، گویا وہ دل سوز دوست ہے"۔

اس ودیعت اور تربیت کا اثر آنجناب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی ذاتِ گرامی پر کامل طور

پر ظاہر تھا۔

طائف کے تبلیغی سفر میں جو سلوک آپ ﷺ کے ساتھ ہوا ہم اس کا تصور بھی نہیں کر سکتے اور اس کے جواب میں رحمۃٌ للّعالمینی کا ظہور ہے۔ پتھر کھا کر اور گالیاں سن کر فرمایا:

« **اللهم اهد قومي فإنهم لا يعلمون** » اے اللہ! میری قوم کو ہدایت دے بلاشبہ وہ نہیں جانتے۔

شاد عارفی نے آپ کی اسی شانِ **رحمۃ للعالمینی** کو اپنے ایک شعر میں اس طرح پیش کیا ہے :

اللہ سے اسلام کے دشمن کے لیے بھی
رحمت کے طلبگار ہیں اے صل علیٰ آپ

یہ کہنا دراصل اس خصوصیت کا اثر ہے، جسے رحمت کہتے ہیں۔

رحمت کی یہ خصوصیت آپ ﷺ کی پوری زندگی پر محیط ہے۔ مّکی زندگی میں غلاموں کی آزادی میں آپ کی کوشش اور مدنی زندگی میں رئیس المنافقین کے جنازے میں چلے جانا اور اسے اپنا کرتہ پہنا دینا، مدینہ کے یہودیوں اور نجران کے عیسائیوں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک نیز فتح مکہ کے موقع پر سنگ دل قریشیوں کو ﴿لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾[آج تم پر کوئی الزام نہیں] کا مژدہ سنایا صفتِ رحمت ہی کا عملی اظہار ہے۔ آپ کی ذات رحمت ہے، آپ کا انفرادی طرزِ عمل رحمت ہے بلکہ آپ ﷺ مجسمّ رحمت ہیں۔

"رحمت للعالمینی" کا ظہور جس طرح آپ ﷺ کی ذاتی زندگی میں ہوتا ہے اسی طرح پیغام اور تحریک میں بھی ہوتا ہے۔ جو اسلام کے نام سے شروع کی گئی۔ گویا یہ تحریک اور پیغام ایک رحمت ہے جو اس کائنات میں آنجناب ﷺ کی وساطت سے متعارف ہوا۔ حضور ﷺ یوں تو جملہ مخلوقِ خدا کے لئے رحمت ہیں لیکن بالخصوص آپ ﷺ انسانوں کے لئے رحمت ہیں؛ کیونکہ یہ اشرف المخلوقات ہیں۔

آپ ﷺ کی ذات کی طرح آپ ﷺ کا پیغام انسانوں کے لئے خصوصی رحمت ہے۔ کیونکہ پیغامِ ربانی سے مسلسل انحراف اور خود ساختہ خداؤں کی بندگی نے عقل و فکر اور آزادی و آدمیت کی صحیح روح کو ختم کر دیا تھا۔ کہیں کہیں روشنی کی کرن دکھائی دیتی تھی لیکن وہ بھی اتنی مدھم کہ اس سے رہنمائی کا کام نہیں لیا جا سکتا تھا۔ مذہبی، معاشرتی، معاشی اور سیاسی لحاظ سے ہر طرف ظلم و جور کا بازار گرم تھا۔

آنحضرت ﷺ نے اپنے رحیمانہ طرزِ عمل سے ایک عظیم انقلاب بپا کیا اور انسان کو اس کے حقیقی مقام سے روشناس کرایا۔ صفت رحمت کی رحمتہٌ للعالمینی کا ظہور پوری انسانی زندگی کو محیط کرتا ہے۔

عصر حاضر میں سیرت طیبہ کی معنویت

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

محبوب رب العالمین سید الاولین والآخرین ﷺ کی سیرت طیبہ ایک ایسا سدا بہار موضوع ہے جس پر لوگ چودہ سو سال سے خامہ فرسائی کررہے ہیں لیکن ہر آنے والے دن کے ساتھ اس کی شادابی اور تروتازگی میں اضافہ ہی ہورہا ہے۔
قرآن کریم کے تعلق سے صاحب قرآن نے وضاحت کی تھی "**لا تنقضي عجائبه**" اس کے عجائبات ختم نہ ہوں گے۔ ہر زمانہ میں لوگ اس کے بحر ذخار سے علم کے نئے نئے موتی نکالیں گے۔ جس پروردگار نے قرآن کو ایسی تابانی اور تروتازگی عطا فرمائی اسی رب ذوالجلال نے صاحب قرآن کی سیرت کو اور ان کی حیات مبارکہ کو ایسی متنوع اور ہمہ جہت بنا دیا کہ رہتی دنیا تک اہل علم اور ارباب عقل ودانش اس پر خامہ فرسائی کرتے کرتے تھک جائیں گے لیکن "**سفینہ چاہئے اس بحر بیکراں کے لئے**" کے مصداق بالآخر یہ اعتراف عجز پر خود کو مجبور پائیں گے۔ کوئی مصنف یا قلمکار جب سیرت کے موضوع پر کچھ لکھنے کے لئے قلم اٹھاتا ہے تو اسے یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے قلم میں اچانک جان پیدا

ہوگئی، الفاظ وتعبیرات اس کے نوکِ قلم پر اس طرح صف بستہ تیار رہتے ہیں جیسے وہ بزبان حال صاحب قلم سے اپنے انتخاب کی گزارش کررہے ہوں ، اور سیرت پر لکھنے والا یہ قلم کار بقول ایک ادیب کے لفظوں کی ایسی آرائش اور جملوں کی ایسی زیبائش کرتا ہے کہ صفحہ کتاب جنت نگاہ اور نغمہ حرف فردوس گوش بن جائے اور الفاظ پھول بن جائیں اور جملے پھولوں کا دیدہ زیب ہار بن جائیں "۔

عربی زبان کے بعد سیرتِ رسول ﷺ پر اگر کسی زبان میں سب سے زیادہ لکھا گیا ہے تو وہ اردو زبان ہے، بر صغیر ہند وپاک میں اردو سیرت نگاروں نے سیرت کے ہر گوشے پر خامہ فرسائی کی ہے اور کوثر و تسنیم سے دھلی زبان استعمال کی ہے۔ اسلوب نگارش انتہائی شستہ، انداز بیان نہایت موثر اور ہر بات عقیدت ومحبت میں ڈوب کر لکھی گئی ہے۔

انسانیت آج بھی اسی در کی محتاج ہے

ذرا آج سے چودہ سو سال قبل کے انسانی معاشرہ پر نظر دوڑایئے! آپ دیکھیں گے کہ اس وقت انسانی بدبختی اپنی انتہاو کو پہنچ چکی تھی، ساری انسانیت نہ صرف مسائل میں گھری ہوئی تھی بلکہ اپنی خودکشی کا سامان فراہم کر چکی تھی، قرآن مجید نے "وکنتم علی شفا حفرۃ من النار "(آل عمران:۱۰۳) کی مختصر مگر جامع تعبیر کے ذریعہ اس دور

کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے لئے محمد عربی ﷺ کی پاکیزہ سیرت نمونہ نہ ہو۔

آج انسانیت ایک بار پھر دورِ جاہلیت کی طرف لوٹ رہی ہے، جسے جاہلیت جدیدہ کہا جاسکتا ہے، اب جاہلی اطوار نیالبادہ اوڑھ کر سامنے آرہے ہیں ، دورِ جاہلیت کا وہ کونسا بگاڑ ہے جس کی ترقی یافتہ شکل موجودہ معاشرہ میں نہ پائی جاتی ہو، آج پھر انسانیت مسائل کے دلدل میں پھنس چکی ہے، دنیا ہر قسم کے نظاموں کو آزما چکی ہے، سارے نظامہائے حیات انسانی مسائل کے حل میں ناکام ہوچکے ہیں اب انسانیت کے لئے ایک ہی نسخہ کارگر ثابت ہوسکتا ہے، اور وہ نسخہ سیرتِ رسول ﷺ ہے، آپ ﷺ کی سیرت سے عملی استفادہ ہمیں مسائل کے دلدل سے نجات دلا سکتا ہے، آپ ﷺ کی سیرت میں قیامت تک آنے والی انسانیت کے دکھ درد کا علاج پنہاں ہے، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی سیرت کے ایک ایک پہلو کو محفوظ رکھنے کا اہتمام فرمایا ہے، حضرات صحابہ کرامؓ نے نبی کریم ﷺ کے اقوال وافعال، عادات واطوار اور آپ ﷺ سے متعلق تمام تفصیلات کو جس اہتمام کے ساتھ نقل فرمایا ہے، تاریخ انسانی میں اس کی مثال ملنی مشکل ہے۔

امام ترمذیؒ کی "**شمائل نبویؐ**" پر نظر ڈالئے، علامہ ابن قیمؒ کی شہرۂ آفاق کتاب "**زاد المعاد**" پڑھئے، اسی طرح سیرت کی دوسری کتابیں دیکھئے،

آپ کو حیرت ہوگی کہ ذاتِ رسول ﷺ سے متعلق باریک سی باریک تفصیلات تک کا احاطہ کیا گیا ہے، پچھلے پیغمبروں کی شریعت مخصوص علاقہ اور مخصوص مدت کے لئے ہوا کرتی تھی، اس لیے شریعت کی حفاظت کا کوئی خاص اہتمام نہیں کیا گیا، لیکن آپؐ کی نبوت چونکہ زمان ومکان کے حدود سے بالاتر قیامت تک آنے والی انسانیت کے لیے ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایک طرف آپؐ کی سیرت کے ایک ایک پہلو کو محفوظ کرنے کا اہتمام کیا تو دوسری طرف اس میں انتہاء درجہ کی جامعیت رکھی، اس میں جلال بھی ہے اور جمال بھی، اس میں شانِ توکل کا عروج بھی ہےاوراحوال وظروف کا صحیح ادراک بھی، سپاہیانہ جفاکشی اور قائدانہ احتشام بھی ہے اور راہبانہ زہد وسادگی بھی، اس میں خلوت کا سوز وگداز بھی ہے اور جلوت کے روح پرور نظارے بھی ، اپنوں کے ایثار وقربانی کے لازوال نقوش بھی ہیں اوردشمنوں کی عداوت کی تیز وتند آندھیاں بھی، عشق ومحبت کے والہانہ نمونے بھی ہیں اور دشمنوں کی جانب سے بغض ونفاق کی دہکتی آگ بھی، مشکلات ومصائب کے طوفان بھی ہیں اور فتوحات کی شاد کامیاں بھی، غرض یہ کہ پوری سیرت حرکتِ مسلسل، سراپا انقلاب، عمل پیہم، عزم جواں اور جوشِ رواں کی جیتی جاگتی تصویر اور حسین مرقع ہے، بقول ایک سیرت نگار کے:”آپ ﷺ کی سیرت ایک فرد کی سیرت نہیں بلکہ ایک

تاریخی طاقت کی داستاں ہے، وہ زندگی کے کٹے ہوئے ایک درویش کی سرگزشت نہیں بلکہ ایک ایسی ہستی کی آپ بیتی ہے جو ایک اجتماعی تحریک کی روح رواں تھی، وہ محض ایک انسان کی سیرت نہیں بلکہ ایک انسان ساز کی روئیداد ہے، وہ عالمِ انسانیت کے معمار کی سیرت ہے، آپؐ کی سیرت غارِ حرا سے غارِ ثور تک، حرم کعبہ سے طائف کے بازاروں تک، امہات المؤمنین کے حجروں سے میدانِ جنگ تک، چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے"۔

اس جامعیت کے ساتھ سیرت کی دوسری حیرت انگیز خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر شعبہ میں کامل ومکمل ہے،سیرت رسول اللہ ﷺ کے جس شعبہ کو دیکھئے، ایسا لگتا ہے کہ آپؐ اسی کے لئے مبعوث کئے گئے تھے،دعا ومناجات کے باب کا مطالعہ کیجئے تو ایسا لگے گا کہ شاید حضور ﷺ کی زندگی کا سب سے اہم اور بنیادی شعبہ یہی ہے، غزوات وسرایا کا جائزہ لیں تو محسوس ہوگا کہ آپ ﷺ کا اصل کمال اسی کے اندر ہے، جوہر شناسی اور مردم گری کی صفت دیکھیں تو احساس ہوگا کہ شاید آپ کا سب سے بڑا امتیاز یہی ہے، گھریلو زندگی کا مطالعہ کیجئے تو ایسا نظر آئے گا کہ سب سے زیادہ عملیت، بے ساختگی اور لطف ومحبت کے نمونے اسی جگہ ملتے ہیں، صحابہ سے تعلقات کو دیکھیں تو معلوم ہوگا کہ آپ ﷺ کی محبوبیت کا راز اسی میں پوشیدہ ہے، الغرض آپ ﷺ کی زندگی کا ہر شعبہ انتہائی کمال کو پہنچا ہوا نظر آتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ بہ حیثیت معلّم انسانیت

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

حضرت ابراہیم علیہ السلام جس وقت خانہ کعبہ کی تعمیر کررہے تھے اس وقت ان کی زبان پر دعا کے جو الفاظ جاری تھے، اللہ رب العزت نے اس کا تذکرہ سورۃ البقرۃ میں ان الفاظ کے ساتھ کیا ہے، {رَبَّنَا وَابْعَثْ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَيُزَكِّيهِمْ إِنَّكَ أَنتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ} [البقرۃ: ۱۲۹]. "اے رب ان لوگوں میں خود انہی کی قوم سے ایک ایسا رسول بھیجیئے جو انھیں تیری آیات سنائے، ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے۔ اور ساتھ ساتھ ان کے نفس کو پاکیزہ بنائے۔ بیشک آپ غالب اور حکمت والے ہیں۔

دعائے خلیل قبول ہوئی اور اس کا ظہور ایسے وقت ہوا جب کہ پورے عالم میں تاریکی چھائی ہوئی تھی، اور ظلم و جور کا دور دورہ تھا، اور انسانیت کسی رہبر کی تلاش میں بھٹک رہی تھی، اللہ کے نبی ﷺ اس دنیا میں اس وقت آئے جب جہالت کے گھٹا ٹوپ اندھیرے ہر سو چھائے ہوئے تھے، رسول عربی ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اور علم، معرفت، اللہ کے ساتھ تعلق کا ایک دیپ جلایا جس نے

اس تیرہ فضا کو نور ہی نور سے بھر دیا اور اب قیامت تک کے لئے جب بھی انسانیت کا قافلہ تاریکی وظلمت میں دھنس جائے، تو اسے نکالنے کے لئے اسی چراغ سے روشنی حاصل کی جا سکتی ہے۔

ایسے نازک وقت میں اللہ رب العزت نے سسکتی ہوئی انسانیت پر احسان عظیم فرمایا، جس کا تذکرہ خود باری تعالی نے ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا ہے، {لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ} [آل عمران: ١٦٤]. تحقیق کی اللہ رب العزت نے مومنین پر احسان فرمایا کہ انہیں میں سے ایسا رسول بھیجا جو ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے، اور ان کو پاکیزہ بناتا ہے، اور انہی کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے، جب کہ وہ (ان رسول کے بھیجنے سے) پہلے کھلی گمراہی میں تھے}۔

ایک دوسرے موقع پر بھی اس کا تذکرہ فرمایا، سورۃ الجمعۃ میں ارشاد خداوندی ہے:

{هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِّنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ} [سورۃ الجمعۃ، ٢]

ترجمہ: وہی (یعنی اللہ تعالی) تو ہے جس نے امی لوگوں میں ان ہی میں سے ایک پیغمبر بھیجا، جو انہیں اس (اللہ) کی آیتیں پڑھ کر سنائے،

انھیں (کفر، شرک اور گناہوں سے) پاکیزہ بنائے، اور انھیں کتاب وحکمت کی تعلیم دے، جب کہ وہ (ان رسول کے بھیجنے سے) پہلے کھلی گمراہی میں تھے}۔

ان آیتوں میں نبی اکرم ﷺ کی ایک رسول کی حیثیت سے ذمہ داریاں بیان کی گئی ہیں جو چار ہیں: قرآن کی تلاوت کرنا، تزکیہ واصلاح کرنا، کتاب کی تعلیم دینا اور حکمت کی تعلیم دینا۔ ان چاروں کاموں پر غور کیا جائے تو یہ "**تعلیم وتربیت**" ہی کے گرد گھومتے ہیں، ان سے باہر نہیں۔ اس آیت سے یہ بات کھل کر واضح ہوتی ہے کہ کار نبوت دراصل کار " * تعلیم وتربیت * " ہے جس میں بگڑی ہوئی قوموں اور بھٹکے ہوئے لوگوں میں حکمت وبصیرت کے ذریعے حق کی تلاش کا شوق پیدا کرکے ، انھیں حق کی راہ دکھلا کے اس پر چلنے کی تربیت دی جاتی ہے۔ اس لئے نبی ہی کی ذات اقدس "معلم" کا واحد نمونہ بننے کی حقدار ہے جس پر دنیا کے تمام معلمین ومعلمات کو پرکھا جا سکتا ہے۔

خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بارے میں ارشاد فرمایا: "

إن الله لم يبعثني معنتا ولا متعنتا، ولكن بعثني معلما ميسرا " (صحيح مسلم، كتاب الطلاق)۔ اللہ تعالی نے میری بعثت اس لئے نہیں کی کہ میں (لوگوں کو) مشکل میں مبتلا کروں یا یہ چاہوں کہ دوسرے مشکل میں مبتلا ہوں، بلکہ اللہ نے مجھے (دوسرے کے لئے) آسانیاں پیدا کرنے والا معلم بنا کر بھیجا ہے"

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس واقعہ میں اپنی "بعثت" کا مقصد ہی "معلمی" بتایا اور ساتھ یہ بھی بتا دیا کہ معلم کی کیا خوبی ہوتی ہے۔

پہلے شاگردوں میں حصولِ علم کا شوق اور جستجو پیدا کرنا، پھر علم منتقل کرنا، آپؐ کا تدریسی طریقہ تھا۔ کئی مواقع پر صحابہ کرامؓ کو مخاطب کرکے پہلے ان میں حصولِ علم کا اشتیاق پیدا کرتے، پھر انتقالِ علم فرماتے۔ مثلاً کیا میں تمھیں خبر نہ دوں؟، کیا میں تمھیں ایسی چیز کی رہنمائی نہ کردوں؟، کیا تم جانتے ہو غیبت کیا ہے؟ اور ایسے کئی الفاظ جو انسان کو چوکنّا کردینے کو کافی ہوتے ہیں۔

مؤثر ابلاغ کی مہارت آپ ﷺ میں بدرجہ کمال موجود تھی۔ آپ ﷺ کی گفتگو اول سے آخر تک نہایت صاف ہوتی، کلام جامع فرماتے تھے جس کے الفاظ مختصر مگر پر اثر ہوتے تھے۔ حضرت ام معبد کی روایت ہے کے آپ ﷺ شیریں کلام اور واضح بیان تھے۔ نہ کم گو تھے اور نہ زیادہ گو تھے، آپ ﷺ کی گفتگو ایسی تھی کہ جیسے موتی کے دانے پرو دیے گئے ہوں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت کے مطابق آپ ﷺ کے کلمات میں فصاحت وبلاغت جھلکتی تھی۔

آپ ﷺ تبلیغ کی حکمت سے مالامال تھے۔ اگر کوئی آپ ﷺ کے الفاظ شمار کرنا چاہتا تو کر سکتا۔ آپ ﷺ کی گفتگو عام لوگوں کی طرح جلدی جلدی نہیں ہوتی بلکہ صاف صاف ہر مضمون دوسرے مضمون

سے ممتاز ہوتا تھا۔ پاس بیٹھنے والے اچھی طرح سے ذہن نشین کر لیتے۔
حضرت انس فرماتے ہیں کے آپ ﷺ بعض مرتبہ کلام کو حسب ضرورت تین تین بار دہراتے تاکہ مخاطبین آپ ﷺ کے الفاظ کو اچھی طرح سمجھ لیں ۔ جس بات کا تفصیل سے ذکر کرنا تہذیب سے گرا ہوا ہوتا تو اس کو حضور اکرم ﷺ کنایہ میں بیان کرتے ۔ بات کرتے وقت آپ ﷺ مسکراتے اور نہایت خندہ پیشانی سے گفتگو فرماتے۔ آپ ﷺ کا فرمان تھا: یسّروا ولا تعسّروا
" آسانیاں بہم پہنچاؤ مشکلات میں نہ ڈالو"۔
نبی کریم ﷺ موقع کی مناسبت اور طلبا کی کیفیت دیکھ کر تعلیم دیتے، مثلاً ایک ہی سوال "اسلام میں سب سے افضل عمل کون سا ہے؟" مختلف صحابہ کرامؓ نے مختلف اوقات میں پوچھا تو ہر ایک کو اس کے ذاتی معاملات اور موقع کی مناسبت دیکھ کر مختلف جواب دیا۔
اپنے طلبہ کے ساتھ نرمی و شفقت کا معاملہ کرنا اور بے جا مار پیٹ اور زدوکوب سے گریز کرنا بھی تعلیمِ رسول ﷺ کا خاصہ تھا۔
اس معلم اعظم کا اندازِ بیان نہ صرف شگفتہ، شائستہ بلکہ پُراثر تھا، جو بات اہم ہوتی اسے تین بار دہراتے اور صحابہ اس تین مرتبہ دہرانے سے اُس بات کی اہمیت کا اندازہ لگا لیتے۔ ٹھہر ٹھہر کر اس طرح بات بیان کرتے کہ بیشک سامنے والا آپؐ کی گفتگو کو آسانی سے لکھتا جائے۔

محسن انسانیت حضور اکرم ﷺ پوری انسانیت کیلئے ایک عظیم اور مثالی معلم بن کر تشریف لائے، حضور اکرم ﷺ ایک ایسے معلم ہیں جن کی تعلیم و تربیت نے صرف 23 برس کی مختصر مدت میں نہ صرف جزیرہ عرب کی کایا پلٹ دی بلکہ پوری دنیا کیلئے رشد و ہدایت کی وہ ابدی شمعیں بھی روشن کر دیں جو رہتی دنیا تک انسانیت کو عدل و انصاف امن و سکون، عافیت و اطمینان کی راہیں دکھاتی رہیں گی۔

حضور اکرم ﷺ نے اہل عرب میں جب تعلیم و تربیت کا آغاز فرمایا تو وہ قوم کمزور اور ناتواں تھی، ان پڑھ اور جاہل تھی، زندگی گزارنے کے سلیقے تہذیب و تمدن سے ناآشنا تھی، قتل و غارت کی خوگر، ظلم و تشدد کی آخری حدوں کو چھورہی تھی، حضور نبی اکرم ﷺ نے تشریف لا کر اس قوم کی کایا پلٹ دی، ان کے دل و دماغ میں انقلاب پیدا کر دیا، ان کے اخلاق کی قدریں بدل گئیں، معلم اعظم حضور اکرم ﷺ کا کمال ہے کہ انہوں نے اس جاہل قوم کی اتنی بڑی تعداد کو زیور تعلیم سے مزین فرما دیا، وہ لوگ آنے والوں کیلئے علم کی روشن ضیاء ثابت ہوئے۔

حبِّ رسول ﷺ کے تقاضہ

بقلم :- مولانا عبید اللہ شمیم قاسمی

ہر سال ربیع الاول کا مہینہ رحمتوں، برکتوں اور روحانی نعمتوں کا تحفہ لے کر آتا ہے اور ذکرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اُمت کی زندگی میں نئی روح پھونکنے کا ذریعہ بنتا ہے، لیکن یہ حقیقت بھی ہر لمحے سامنے رکھنا ضروری ہے کہ حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق نہ کسی خاص مہینے سے ہے، نہ کسی خاص مقام اور موسم سے۔ یہ تو وہ سدابہار کیفیت ہے جو ایمان کے پہلے لمحے سے زندگی کے آخری سانس تک مومن کا سرمایۂ زیست ہے، شرط ایمان کی ہے۔

حضرت خبیبؓ کا واقعہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ جب انھیں شہید کرتے وقت ان کے قاتل نے سوال کیا کہ اگر تمھاری جگہ یہ عمل تمھارے رسول ﷺ پر کیا جاتا تو تم کیا محسوس کرتے، تو ان کا جواب قیامت تک کے لیے ہر مسلم و مومن کی طرف سے دیا جانے والا جواب تھا،

"قَالَ: لَا وَاللَّهِ الْعَظِيمِ مَا أُحِبُّ أَنْ يَفْدِيَنِي بِشَوْكَةٍ يُشَاكُهَا فِي قَدَمِهِ" (البداية والنهاية: (4/ 76)یعنی میں تو یہ بھی نہیں پسند کروں گا کہ اس ہستی کو ایک کانٹا چبھنے کے برابر بھی تکلیف پہنچے۔

اسی طرح بیہقی نے روایت شعب الإیمان میں روایت نقل کیا ہے:

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمَنِ بْنِ أَبِي قُرَادٍ أَنَّ النَّبِيَّ ﷺ تَوَضَّأَ يَوْمًا فَجَعَلَ أَصْحَابُهُ يَتَمَسَّحُونَ بِوَضُوئِهِ فَقَالَ لَهُمُ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَا يَحْمِلُكُمْ عَلَى هَذَا؟» قَالُوا: حَبُّ اللَّهِ وَرَسُولِهِ. فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: «مَنْ سَرَّهُ أَنْ يحب الله وَرَسُولَه أو يحبه اللَّهُ وَرَسُولُهُ فَلْيُصَدِّقْ حَدِيثَهُ إِذَا حَدَّثَ وَلْيُؤَدِّ أَمَانَتَهُ إِذَا أُؤْتُمِنَ وَلِيُحْسِنَ جِوَارَ مَنْ جَاوَرَهُ» رَوَاهُ الْبَيْهَقِيُّ فِي "شُعَبِ الإِيمَانِ".

[شعب: 1440].

حضرت عبدالرحمن بن ابی قرادؓ فرماتے ہیں: ایک دن نبی کریم ﷺ نے وضو کیا، آپؐ کے کچھ اصحاب آپؐ کے وضو کا پانی لے کر اپنے چہروں پر ملنے لگے تو آپؐ نے پوچھا: تمھارے اس کام کا محرک کیا ہے؟ لوگوں نے کہا: اللہ اور رسولؐ کی محبت۔ آپؐ نے فرمایا: جن لوگوں کو اس بات کی خوشی ہو کہ وہ اللہ اور رسولؐ سے محبت کرتے ہیں تو انھیں چاہیے کہ جب بات کریں تو سچ بولیں، جب ان کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس کو (بہ حفاظت) مالک کے حوالے کریں، اور پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک کریں۔

حضرت انسؓ کہتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ أَنَسٍ، قَالَ: قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: «لاَ يُؤْمِنُ أَحَدُكُمْ، حَتَّى أَكُونَ أَحَبَّ إِلَيْهِ مِنْ وَالِدِهِ وَوَلَدِهِ وَالنَّاسِ أَجْمَعِينَ» تم میں سے کوئی شخص مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اُس کی نگاہ میں اس کے باپ، اس کے بیٹے اور

سارے انسانوں سے زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں۔ (بخاری شریف: 15، مسلم شریف: 44).اگر صرف ان دو احادیث پر غور کیا جائے تو آج ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں ان کے حوالے سے ان میں بیش بہا ہدایات موجود ہیں۔

اطاعت، حبِ رسول ﷺ کا بنیادی تقاضا

رسول اللہ ﷺ کے عمل میں تمام اہلِ ایمان کے لیے قیامت تک کے لیے بہترین قابلِ عمل نمونہ ہے: ﴿لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ﴾ [الأحزاب: 21] درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسولؐ میں بہترین نمونہ ہے۔

یہ نمونہ اور اسوہ محض عبادات میں نہیں ہے بلکہ معاملات اور زندگی کے ہرہر عمل کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ اس بات کا رد بھی قرآن کریم نے خود کردیا ہے کہ آپؐ محض عربوں کے لیے نہیں آئے بلکہ جس طرح قرآن تمام انسانوں کے لیے قیامت تک کے لیے ہدایت ہے ،اسی طرح نبی کریم ﷺ کا عمل تمام انسانوں کے لیے قابلِ عمل اور واجب العمل نمونہ ہے: قُلْ ﴿يَاأَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا الَّذِي لَهُ مُلْكُ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ يُحْيِي وَيُمِيتُ فَآمِنُوا بِاللَّهِ وَرَسُولِهِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ الَّذِي يُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ وَاتَّبِعُوهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ﴾ [الأعراف: 158]اے محمدؐ! کہو کہ اے انسانو، میں تم سب کی

طرف اس خدا کا پیغمبر ہوں جو زمین اور آسمانوں کی بادشاہی کا مالک ہے، اس کے سوا کوئی خدا نہیں ہے،وہی زندگی بخشتا ہے اور وہی موت دیتا ہے، پس ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی اُمّی پر جو اللہ اور اس کے ارشادات کو مانتا ہے، اور پیروی اختیار کرو اس کی، امید ہے کہ تم راہِ راست پا لوگے۔

یہاں یہ بات انتہائی واضح الفاظ میں فرما دی گئی کہ آپؐ کی نبوت اور رسالت تمام انسانوں کے لیے ہے اور تمام انسانوں کو آپؐ کی پیروی اختیار کرنا شرطِ کامیابی ہے۔

بعثتِ رسول ﷺ کا بنیادی مقصد

رسولِ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا مقصد کئی مقامات پر خود قرآن کریم نے واضح الفاظ میں یوں بیان کیا ہے کہ رسولؐ کا کام محض کتاب پہنچا دینا نہیں ہے، بلکہ وہ اس کتاب کو صحیح طور پر پڑھنے، اس کتاب کی تعلیمات کو سمجھانے، اس کتاب کی تشریح اور وضاحت کے ساتھ ساتھ خود حکمت سمجھانے اور اہلِ ایمان کو تزکیے کا طریقہ سکھانے پر مامور کیا گیا ہے۔ وہ نعوذ باللہ محض ڈاکیا نہیں ہے کہ کتاب پہنچا کر اس کا کام ختم ہوگیا، بلکہ وہ نہ صرف شارح بلکہ شارع ہے۔ چنانچہ سورۂ اعراف میں یہ بات قرآن کریم نے واضح کر دی کہ آپؐ اہلِ ایمان پر سے بوجھ کو ہلکا کرتے ہیں، پاک اور طیب چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور خبائث و منکرات کو حرام قرار دیتے ہیں۔ اس آیتِ مبارکہ میں تحلیل و تحریم کا

اختیار نبیؐ سے وابستہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ فرمایا:

﴿الَّذِينَ يَتَّبِعُونَ الرَّسُولَ النَّبِيَّ الْأُمِّيَّ الَّذِي يَجِدُونَهُ مَكْتُوبًا عِندَهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَالْإِنجِيلِ يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ إِصْرَهُمْ وَالْأَغْلَالَ الَّتِي كَانَتْ عَلَيْهِمْ فَالَّذِينَ آمَنُوا بِهِ وَعَزَّرُوهُ وَنَصَرُوهُ وَاتَّبَعُوا النُّورَ الَّذِي أُنزِلَ مَعَهُ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾

[الأعراف: 157]

(پس آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس پیغمبر، نبی اُمّی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی پیروی اختیار کریں جس کا ذکر انھیں اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا ملتا ہے۔ وہ انھیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال اور ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ اُتارتا ہے جو ان پر لدے ہوئے تھے اور وہ بندشیں کھولتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے تھے۔ لہٰذا جو لوگ اِس پر ایمان لائیں اور اس کی حمایت اور نصرت کریں اور اُس روشنی کی پیروی اختیار کریں جو اس کے ساتھ نازل کی گئی ہے، وہی فلاح پانے والے ہیں۔

اسی بات کو سورۂ حشر میں یوں فرمایا گیا: ﴿وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانتَهُوا وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ﴾ [الحشر: 7]جو کچھ رسولؐ تمھیں دے وہ لے لو اور جس چیز سے وہ تم کوروک دے اس سے رُک

جاؤ۔ اللہ سے ڈرو، اللہ سخت سزا دینے والا ہے۔

رسولؐ کی اس اطاعت و فرماں برداری کو براہِ راست اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کی طرف سے حمایت و توثیق حاصل ہے اور اللہ کے حکم کی بنا پر ہی یہ اطاعت کرنا فرض کی گئی ہے۔ چنانچہ اہلِ ایمان کا صحیح طرزِ عمل قرآن کریم نے رسولؐ کی بات کو سن کر سرِ تسلیم خم کرنے کو قرار دیا ہے:﴿إِنَّمَا كَانَ قَوْلَ الْمُؤْمِنِينَ إِذَا دُعُوا إِلَى اللَّهِ وَرَسُولِهِ لِيَحْكُمَ بَيْنَهُمْ أَنْ يَقُولُوا سَمِعْنَا وَأَطَعْنَا وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (51) وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَخْشَ اللَّهَ وَيَتَّقْهِ فَأُولَئِكَ هُمُ الْفَائِزُونَ﴾ [النور: 51، 52]

ایمان لانے والوں کا کام تو یہ ہے کہ جب وہ اللہ اور رسولؐ کی طرف بلائے جائیں تاکہ رسولؐ ان کے مقدمے کا فیصلہ کرے تو وہ کہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ ایسے ہی لوگ فلاح پانے والے ہیں، اور کامیاب وہی ہیں جو اللہ اور رسول کی فرماں برداری کریں اور اللہ سے ڈریں اور اس کی نافرمانی سے بچیں۔

یہاں یہ بات صراحت سے بیان کر دی گئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی مقدمے یا معاملے کا جو فیصلہ فرما دیں اسے سن کر فوری طور پر اطاعت کرنا ہی ایمان ہے۔ سورۂ نساء میں اس پہلو کو اس طرح بیان کیا گیا: ﴿وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ﴾ [النساء: 64] ہم نے جو رسول بھی بھیجا ہے اسی لیے بھیجا ہے کہ اذنِ خداوندی کی بنا پر اس کی اطاعت کی جائے۔

گویا محض قرآن کے احکامات کی نہیں بلکہ رسول اللہ ﷺ کے ہر فیصلے، حکم اور عمل کی اطاعت کرنا ایمان کا تقاضا ہے آگے چل کر اسی بات کی مزید تاکید کی گئی: ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِم مِّنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾ [النساء: 69]جو لوگ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کریں گے وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا ہے، یعنی انبیاؑ اور صدیقین اور شہدا اور صالحین، کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سچی محبت کے کچھ بدیہی تقاضے ہیں، جن میں سے کچھ تو ایسے اُمور ہیں جنہیں بجا لانا ضروری ہے اور کچھ ایسے جن سے اجتناب ضروری ہے۔ ذیل میں ہم ان سب تقاضوں میں سے کچھ بیان کرتے ہیں:

احترام و تعظیم رسول ﷺ :

ع.........ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں

حب رسول ﷺ کا لازمی اور اہم تقاضا احترامِ رسولؐ ہے۔ یہ تو ایسی بارگاہ ہے جہاں حکم عدولی کی تو کیا گنجائش ہوتی، یہاں اونچی آواز سے بولنا بھی غارت گرِ ایمان ہے۔

سورۃ الحجرات کی ابتدائی چار آیات میں آنحضور ﷺ کے ادب و احترام کے مختلف پہلو واضح فرمائے گئے ہیں، ارشاد باری تعالی ہے: ﴿يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (1) يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ

تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ (2) إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَى لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ (3) إِنَّ الَّذِينَ يُنَادُونَكَ مِنْ وَرَاءِ الْحُجُرَاتِ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُونَ (4) وَلَوْ أَنَّهُمْ صَبَرُوا حَتَّى تَخْرُجَ إِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [الحجرات: 5]

"اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ؐسے پیش قدمی نہ کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، بلا شبہ اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے۔ اے ایمان والو! اپنی آوازیں نبی کی آواز سے بلند نہ کرو اور نہ ہی ان کے سامنے اس طرح اونچی آواز سے بولو جیسے تم ایک دوسرے سے بولتے ہو۔ ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال برباد ہو جائیں اور تمہیں اس کی خبر بھی نہ ہو۔ بلاشبہ جو لوگ رسول اللہ ﷺ کے حضور اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے تقویٰ کے لئے جانچ لیا ہے، ان کے لئے بخشش اور اجر عظیم ہے۔ اے نبیؐ! جو لوگ آپ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔ اگر یہ لوگ صبر کرتے تا آنکہ آپ ان کی طرف خود نکلتے تو یہ ان کے حق میں بہتر تھا اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے"۔ [الحجرات : ۱تا۵].

ان آیات کے نزول کے بعد ایک صحابی ثابت بن قیسؓ جن کی آواز قدرتی طور پر بلند تھی، ایمان ضائع ہو جانے کے ڈر سے گھر میں محصور ہو کر بیٹھ گئے۔ آپؐ نے ان کے بارے میں دریافت فرمایا اور جب آپؐ کو اصل صورتحال کا علم ہوا تو ان کو پیغام بھجوایا کہ "تم اہل دوزخ سے نہیں بلکہ اہل جنت سے ہو جب کہ اس سے پہلے صحابی سے اس بارے میں استفسار کیا گیا تو انہوں نے یہ جواب دیا تھا : "میرا برا حال ہے، میری آواز ہی آنحضور ﷺ سے بلند ہے،

میرے تو اعمال اِکارت گئے اور میں تو اہل دوزخ سے ہو جاؤں گا۔"

(بخاری: کتاب التفسیر:۴۸۴۶).

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ بن مسعودؓ مکہ والوں کی طرف سے سفیر بن کر آنحضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تھا تو واپس جاکر اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے۔ عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ کر گیا اور کہنے لگا کہ "بھائیو! میں تو بادشاہوں کے پاس بھی پہنچ چکا ہوں۔ خدا کی قسم! اس نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ لوگ اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسے محمدؐ کی تعظیم ان کے اصحاب کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرتا ہے اور وہ اپنے منہ اور جسم پر تبرکاً اس کو مل لیتا ہے۔ وہ جب کوئی حکم دیتے ہیں تو سب لپک کر ان کے حکم کو بجا لاتے ہیں، وضو کرتے ہیں تو اس کا پانی ان کے لئے باعث برکت ٹھہرتا ہے اور اس کو لینے کے لئے چھینا جھپٹی کرتے ہیں۔ وہ بولتے ہیں تو ان کے ساتھیوں کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں۔ وہ ان کی طرف گھور گھور کر، آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔ "

(بخاری: ۲۷۳۲،۲۷۳۱)

دربارِ نبوت میں حاضری صحابہ کرامؓ کے لئے خاص تقریب کا موقع ہوتا، صاف ستھرے کپڑے زیب تن کرتے ، بغیر طہارت کے آپ کی خدمت میں حاضر ہونا اور مصافحہ کرنا گوارا نہ ہوتا، راستے میں کبھی ساتھ ہو جاتا تو اپنی سواری کو آنحضور ﷺ کی سواری سے آگے نہ بڑھنے دیتے۔ غایتِ ادب کی بنا پر کسی بھی بات میں مسابقت گوارا نہ تھی۔ دستر خوان پر ہوتے تو جب آپ کھانا شروع نہ فرماتے کوئی کھانے میں ہاتھ نہ ڈالتا۔ اگر آپ مکان کے نچلے حصے میں قیام پذیر ہوتے تو یہ خیال کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے اوپر چل پھر رہے ہیں، انہیں ایک کونے میں اپنے آپ کو قید کرنے کے لئے کافی ہوتا۔

یہ تو تھا آپؐ کی زندگی میں صحابہ کرامؓ کا معمول مگر آپؐ کی وفات کے بعد ہم لوگوں کے لئے آپؐ کی عزت و تکریم کا طریقہ یہ ہے کہ ہم آپؐ سے صدقِ دل سے محبت کریں، آپؐ کے فرمودات پر عمل کریں، اپنی زندگی میں آپؐ کو واقعی اپنے لئے اُسوۂ حسنہ سمجھیں۔ جب حدیث پڑھی جارہی ہو یا سننے کا موقع ہو تو چلانا، شور مچانا منع ہے۔ حدیث کی تعظیم رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تعظیم ہے۔

حبِ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا حقیقی معیار اطاعتِ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ :

حبِّ رسول صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا سب سے اہم تقاضا اطاعت رسول ہے جیسا کہ مندرجہ ذیل روایات سے ثابت ہوتا ہے:

ایک صحابیؓ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی :" یارسول اللہ ؐ! میں آپ کو اپنی جان و مال، اہل و عیال سے زیادہ محبوب رکھتا ہوں، جب میں اپنے گھر میں اپنے اہل وعیال کے ساتھ ہوتا ہوں اور شوقِ زیارت بے قرار کرتا ہے تو دوڑا دوڑا آپؐ کے پاس آتا ہوں، آپؐ کا دیدار کرکے سکون حاصل کرلیتا ہوں۔ لیکن جب میں اپنی اور آپ کی موت کو یاد کرتا ہوں تو سوچتا ہوں کہ آپ تو انبیا کے ساتھ اعلیٰ ترین درجات میں ہوں گے، میں جنت میں گیا بھی تو آپ تک نہ پہنچ سکوں گا اور آپ کے دیدار سے محروم رہوں گا۔ (یہ سوچ کر) بے چین ہوجاتا ہوں اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی یہ آیت نازل فرمائی: ﴿وَمَنْ يُطِعِ اللَّهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾ [النساء: 69] اور جو لوگ اللہ اور رسولؐ کی اطاعت کریں گے، وہ ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین ، کیسے اچھے ہیں یہ رفیق جو کسی کو میسر آئیں۔

نبی ﷺ نے ان کے پاس کسی کو بھیجا اور خوش خبری سنائی۔

عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبير قَالَ: جَاءَ رَجُلٌ مِنَ الْأَنْصَارِ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ مَحْزُونٌ، فَقَالَ لَهُ النَّبِيُّ ﷺ: "يا فلان، ما لي أَرَاكَ مَحْزُونًا؟" قَالَ: يَا نَبِيَّ اللّهِ! شَيْءٌ فَكَّرْتُ فِيهِ؟ قَالَ: "مَا هُوَ؟" قَالَ: نَحْنُ نَغْدُو عَلَيْكَ وَنَرُوحُ، نَنْظُرُ إِلَى وَجْهِكَ وَنُجَالِسُكَ، وَغَدًا تُرْفَعُ مَعَ النَّبِيِّينَ فَلَا نَصِلُ إِلَيْكَ. فَلَمْ يَرُدَّ النَّبِيُّ ﷺ عَلَيْهِ شَيْئًا، فَأَتَاهُ جِبْرِيلُ بِهَذِهِ الْآيَةِ: {وَمَنْ يُطِعِ اللهَ وَالرَّسُولَ فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ [وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا] فَبَعَثَ النَّبِيُّ ﷺ فَبَشَّرَهُ. تفسير ابن كثير (2/ 353).

صحابی کے اظہارِ محبت کے جواب میں اللہ نے یہ آیت نازل کرکے واضح فرما دیا کہ اگر تم حب رسولؐ میں سچے ہو اور آنحضورؐ کی رفاقت حاصل کرنا چاہتے ہو تو رسولِ اکرم ﷺ کی اطاعت و فرمانبر داری اختیار کرو۔

محمود بن حسن وراق نے کیا خوب کہا ہے:

لو كان حبک صادقا لأطعته

إن المحب لمن يحب مطيع

اگر تمہاری محبت سچی ہوتی تو تم اسکی اطاعت کرتے کیونکہ محبت کرنے والا اپنے محبوب کا مطیع و فرمانبر دار ہوتا ہے۔

اگر کسی مسلمان سے یہ سوال کیا جائے کہ تم سب سے زیادہ کس سے محبت کرتے ہو؟ تو یقینا امت مسلمہ کے ہر فرد کی زبان پر بلا تردد یہ الفاظ ہوں گے کہ اللہ اور اسکے رسول سے، لیکن

کیا واقعی ہم اپنے دعوی محبت میں سچے ہیں؟ کیا ہماری زندگی حقیقی معنوں میں حب اللہ اور حب رسول ﷺ کا مظہر ہے ؟ کیا اللہ کے اس فرمان کو ہم نے صحیح طریقہ سے سمجھا ہے؟

﴿قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ﴾ [آل عمران: 31]. ترجمہ: "کہہ دیجئے! اگر تم اللہ تعالی سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو، خود اللہ تم سے محبت کرے گا اور تمہارے گناہ معاف فرما دے گا، اور اللہ تعالی بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔"

چنانچہ اللہ اور اسکے رسول سے محبت اسی وقت ثابت ہوگی جبکہ اسکے تقاضے کی تکمیل ہو یعنی اتباع رسول کا عملی جامہ پہن لیں۔ اللہ نے نبی اکرم ا کی اطاعت کو عین اپنی اطاعت قرار دیا ہے: ﴿مَنْ يُطِعِ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ﴾ [النساء: 80] جو رسول کی اطاعت کرتا ہے تو اس نے میری فرمانبرداری کی ۔

نیز فرمان نبوی ﷺ ہے: "مَنْ أَطَاعَنِي فَقَدْ أَطَاعَ اللهَ، وَمَنْ عَصَانِي فَقَدْ عَصَى الله"، جس نے میری اتباع کی، اس نے اللہ کی اتباع کی اور جس نے میری نافرمانی کی، اس نے اللہ کی نافرمانی کی" ۔ (بخاری شریف: 2957، مسلم شریف: 1835).

صلح حدیبیہ کے موقع پر جب عروہ بن مسعودؓ مکہ والوں کی طرف سے سفیر بن کر آنحضور ﷺ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا تھا تو واپس جاکر اپنا چشم دید واقعہ بیان کیا جیسا کہ صحیح بخاری شریف میں ہے۔عروہ اپنے ساتھیوں کی طرف لوٹ کر گیا اور کہنے لگا کہ: "فَقَالَ: أَيْ قَوْمِ، وَاللَّهِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَى الْمُلُوكِ، وَوَفَدْتُ عَلَى قَيْصَرَ، وَكِسْرَى، وَالنَّجَاشِيِّ، وَاللَّهِ إِنْ رَأَيْتُ مَلِكًا قَطُّ يُعَظِّمُهُ أَصْحَابُهُ مَا يُعَظِّمُ أَصْحَابُ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

مُحَمَّدًا، وَاللَّهِ إِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَةً إِلَّا وَقَعَتْ فِي كَفِّ رَجُلٍ مِنْهُمْ، فَدَلَكَ بِهَا وَجْهَهُ وَجِلْدَهُ، وَإِذَا أَمَرَهُمُ ابْتَدَرُوا أَمْرَهُ، وَإِذَا تَوَضَّأَ كَادُوا يَقْتَتِلُونَ عَلَى وَضُوئِهِ، وَإِذَا تَكَلَّمَ خَفَضُوا أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَهُ، وَمَا يُحِدُّونَ إِلَيْهِ النَّظَرَ تَعْظِيمًا لَهُ" الحديث.

بھائیو! میں تو بادشاہوں کے پاس بھی پہنچ چکا ہوں۔ خدا کی قسم! اس نے کسی بادشاہ کو ایسا نہیں دیکھا کہ لوگ اس کی ایسی تعظیم کرتے ہوں جیسے محمدؐ کی تعظیم ان کے اصحاب کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! اگر وہ تھوکتے ہیں تو ان کا تھوک کسی نہ کسی صحابی کے ہاتھ پر گرتا ہے اور وہ اپنے منہ اور جسم پر تبرکاً اس کو مل لیتا ہے۔ وہ جب کوئی حکم دیتے ہیں تو سب لپک کر ان کے حکم کو بجا لاتے ہیں، وضو کرتے ہیں تو اس کا پانی ان کے لئے باعث برکت ٹھہرتا ہے اور اس کو لینے کے لئے چھینا جھپٹی کرتے ہیں۔ وہ بولتے ہیں تو ان کے ساتھیوں کی آوازیں پست ہو جاتی ہیں۔ وہ ان کی طرف گھور گھور کر، آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔" (بخاری: ۲۷۳۲، ۲۷۳۱)

آپؐ نے واضح فرما دیا کہ اگر میری محبت میں میری رفاقت چاہتے ہو تو عمل کرو، یہی حب رسولؐ ہے اور معیتِ رسولؐ حاصل کرنے کا ذریعہ بھی۔ ترمذی شریف کی روایت ھے، عبد اللہ بن مغفل راوی ہیں: عَنْ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُغَفَّلٍ، قَالَ: قَالَ رَجُلٌ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ! وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ. فَقَالَ لَهُ: «انْظُرْ مَاذَا تَقُولُ»، قَالَ: وَاللَّهِ إِنِّي لَأُحِبُّكَ، ثَلَاثَ مَرَّاتٍ، فَقَالَ: «إِنْ كُنْتَ تُحِبُّنِي فَأَعِدَّ لِلْفَقْرِ تِجْفَافًا، فَإِنَّ الفَقْرَ أَسْرَعُ إِلَى مَنْ يُحِبُّنِي مِنَ السَّيْلِ إِلَى مُنْتَهَاهُ» سنن الترمذي، باب ما جاء في فضل الفقر (2350)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے رسولِ اکرمؐ کی خدمت میں عرض کیا کہ "یارسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ! مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا جو کچھ کہہ رہے ہو، سوچ

سمجھ کر کہو۔ تو اس نے تین دفعہ کہا، خدا کی قسم مجھے آپؐ سے محبت ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اگر مجھے محبوب رکھتے ہو تو پھر فقر وفاقہ کے لئے تیار ہو جاؤ (کہ میرا طریق امیری نہیں، فقیری ہے) کیونکہ جو مجھ سے محبت کرتا ہے فقر وفاقہ اس کی طرف اس سے زیادہ تیزی سے آتا ہے جیسی تیزی سے پانی بلندی سے نشیب کی طرف بہتا ہے"۔

گویا جس کے دل میں حبِ رسول ﷺ ہے، اسے چاہئے کہ آنحضور ﷺ کی سنت کی پیروی میں اپنے اندر سادگی، صبر و تحمل، قناعت اور رضا بالقضا کی صفات پیدا کرنے کی سعی کرتا رہے۔

فرمانِ رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام ہے، حضرت انس کی روایت ھے، جس میں یہ الفاظ وارد ھوئے ھیں: *"وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي، وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ"* . سنن الترمذي (2678) جس نے میری سنت زندہ کی، اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی، وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔" (سنن ترمذی: 2678).

ابن عساکر نے *"من أحيا"* کے بجائے *"من أحب"* کا لفظ نقل کیا ہے، یعنی جس نے میری سنت سے محبت کی۔

معلوم ہوا کہ حب رسول صرف زبانی جمع خرچ کا نام نہیں، بلکہ اس کے لیے اطاعت رسول ضروری ہے، دوسری چیز یہ کہ زندگی کے تمام ہی امور میں اسوہ رسول کو اپنایا جائے، اسی طرح اللہ کے رسول کی سنت کی اتباع اور اس سے سچی محبت کی جائے، اور سنت پر عمل کرکے اس کو زندہ کرنے کی کوشش کی جائے۔

اللہ تعالی ہمیں اپنی مرضیات پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے رسول کی سچی محبت ہمارے دلوں میں جاگزیں فرمائے۔

اسوۂ حسنہ

بقلم :- مولانا صابر القاسمی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم آسمان نبوت ورسالت کے تاباں و درخشاں ستارے تھے، آپ کی نبوت رہتی دنیا تک کے لئے ہے، آپ کے بعد کسی نبی کی حاجت نہیں اسی لئے آپ کی لائی ہوئی شریعت کامل اور تاقیامت ہر طرح کے حالات میں رہنمائی کی صلاحیت سے بھرپور ہے، آپ کی زندگی بہترین نمونہ ہے,,لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ،،(القرآن) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری زندگی ایک صاف شفاف آئینہ ہے، جو بھی اس آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھے گا اسے اپنے چہرے کے داغ دھبے نظر آئیں گے دانا اپنے چہرے کے دھبوں کو صاف کرتے ہیں اور نادان آئینہ کو ہی داغ دار بتاتے ہیں، مولانا عبدالماجد دریابادی رح تحریر فرماتے ہیں۔

,,حبیب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کی یہ جامعیت صرف اس لئے تھی کہ ہر فرد بشر اس نمونہ کو اپنے پیش نظر رکھے اور جہاں تک اس کا ظرف و بساط اجازت دے انھیں قدموں کے نقش پر چلے، گلستان دہر میں بارہا روح پرور بہاریں آچکی ہیں لیکن موسم ربیع کا یہ گلدستہ ایسا ہے جو ہر ملک، ہر زمانہ، ہر قوم کے مشام جاں کو معطر رکھے گا، آج دنیا کی سب سے

بڑی شامت یہی ہے کہ اس نے سب سے زیادہ کامل و مکمل نمونہ کی طرف سے قطع نظر کرلی، غیروں کا ذکر نہیں خود ہم کلمہ گویان اسلام کی بدبختی یہی ہے کہ ہم نے آفتاب ہدایت کی طرف سے آنکھیں بند کرکے اپنے تئیں یا تو اندھیرے میں ڈال رکھا ہے اور یا اگر روشنی کی طلب ہے بھی تو ٹمٹماتے ہوئے چراغوں اور لالٹینوں پر قناعت ہے،،۔۔۔۔۔ (ذکر رسول، ص ۱۱۱)

چونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نمونہ بنا کر بھیجا گیا تھا اس لئے خاص انداز سے تربیت کی گئی کہ کوئی نقص نہ رہنے پائے، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابو الحسن علی حسنی ندوی رح تحریر فرماتے ہیں۔

,, رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نشوونما خاص محفوظ و معصوم طریقہ پر ہوئی اور جاہلیت کی نجاستوں اور بری عادتوں سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہمیشہ دور اور پاک رکھا، آپ اپنی قوم میں شروع ہی سے سب سے زیادہ حمیدہ صفات و عالی ہمت، حسن اخلاق سے آراستہ، حیادار، راست گفتار، امانت دار اور بدکلامی اور فحش بیانی سے بہت دور سمجھے جاتے تھے، یہاں تک کہ آپ کی قوم کے لوگ آپ کو,,امین،، کے نام سے یاد کرنے لگے تھے،،

(نبی رحمت، ص/140)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت عالمگیر، کامل، لافانی اور لا ثانی ہے، ہر قسم کے حالات اور ہر سطح و معیار کے لئے آپ کی زندگی میں اسوہ، رہنمائی اور ہدایت ہے۔

کی محمد ﷺ سے وفا تو نے تو....

بقلم :- مولانا صابر القاسمی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی سے مسلمان تڑپ اٹھتا ہے، وہ سب کچھ برداشت کرسکتا ہے لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی برداشت نہیں کر سکتا اور اس پر خاموش نہیں رہ سکتا، نام نہاد مہذب دنیا کی طرف سے اظہار رائے کی آزادی کے نام پر تاجدار مدینہ کی شان میں گستاخی ہوتی رہتی ہے، نبی کی شان میں گستاخی کرنے والے اور اس کی تائید کرنے والے مہذب کہلانے کے لائق نہیں ہیں، فرانس میں ایک ٹیچر نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے توہین آمیز کارٹون دکھائے ، ایک مسلم نوجوان نے اس ٹیچر کا سر قلم کر دیا، فرانسیسی صدر نے مقتول ٹیچر کو ہیرو قرار دیا اور توہین آمیز خاکوں کی اشاعت سے پیچھے نہ ہٹنے کی بات کر کے ان خاکوں کی حمایت کی جس کی وجہ سے مسلمانوں میں غم وغصہ ہے، فرانسیسی مصنوعات کا بائیکاٹ کیا جارہا ہے، عالمی سطح پر بائیکاٹ کو کامیاب بناکر مسلمان فرانس کو معاشی چوٹ پہنچا سکتے ہیں، احتجاج کے اس طریقے پر عمل کے ساتھ ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات، ان کے بتائے ہوئے راستوں اور طریقوں پر چلنا بھی بہت ضروری ہے۔

اسلام احترام انسانیت کا درس دیتا ہے، کسی کی توہین کی اجازت نہیں دیتا اور مذہبی شخصیات کا ادب کرنا سکھاتا ہے یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے خاص طور سے مذہبی شخصیات کی شان میں گستاخیاں نہیں ہوتیں، اگر مسلمانوں میں سے کوئی ایسا کرتا ہے تو سب سے پہلے مسلمان ہی اس کے خلاف کھڑے ہوجاتے ہیں، اس کی تائید اور حمایت نہیں کرتے، پھر بھی انہیں تنگ نظر کہا جاتا ہے، مغربی دنیا اسلام کو اپنے لئے خطرہ سمجھ رہی ہے اسی لئے طرح طرح سے اسلام اور پیغمبر اسلام کی کردار کشی کر رہی ہے، اس کے ان شاءاللہ بہتر نتائج ہی بر آمد ہوں گے، لوگ نبی کی سیرت کا مطالعہ کریں گے، ان کے بارے میں معلومات حاصل کریں گے اور سچ واضح ہونے پر سچ کے دامن میں پناہ لیں گے۔

نبی اکرم ﷺ اور سیاسی حکمت عملی

بقلم :- مولانا صابر القاسمی

مذہب اسلام کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ وہ دنیا و آخرت کی بھلائی چاہتا ہے، دونوں جہان کے لئے کوشش کرنے کی اجازت دیتا ہے اور دونوں عالم میں کامیاب بننے کا راستہ دکھاتا ہے،
سیاست سے کنارہ کشی اور سیاسی امور سے عدم دلچسپی کو آج کے معاشرے میں دینداری تصور کیا جاتا ہے اور یہ تصور بلاوجہ بھی نہیں ہے، خصوصاً ملک کی مروجہ سیاست میں جھوٹ، مکر، فریب، وعدہ خلافی اور دغا بازی معمولی سی بات ہے، ان چیزوں میں مہارت رکھنے والے سیاسی میدان کے ماہر کھلاڑی سمجھے جاتے ہیں، ان کو مات دینا آسان کام نہیں، ان کو وہی مات دے سکتا ہے جو ان سے بڑا ڈھونگی اور فراڈی ہو، سیاست میں بھی تاجدار مدینہ کی سیاست سے رہنمائی حاصل کرنے کی ضرورت ہے جہاں کذب اور ظلم و تعدی کا گزر نہیں، جہاں نااہلوں کو اہل قرار دینے کا تصور نہیں، جہاں صائب الرائے کی رائے کا احترام کیا جاتا ہے صرف اپنی نہیں چلائی جاتی، جہاں حکمت ہے، دانائی ہے اور فراست و بصیرت ہے
جب قریش نے کعبہ کو نئے سرے سے تعمیر کیا تو حجر اسود کی تنصیب پر سخت تنازع پیدا ہوا اور قریب تھا کہ تلواریں نیام

سے باہر آجائیں اور موسم خزاں میں درخت کے پتوں کی طرح انسانی سر زمین پر گرنے لگیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسن تدبیر سے اس جھگڑے کو ختم کر دیا، رحمۃ للعالمین کے مصنف تحریر فرماتے ہیں۔

,, آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر پینتیس/35 سال کی تھی جب قریش نے کعبہ کی عمارت کو (جس کی دیواریں سیلاب کے صدمے سے پھٹ گئی تھیں)از سر نو تیار کیا، عمارت کے بنانے میں تو سبھی شامل تھے مگر حجر اسود کے قائم کرنے کا موقع آیا تو سخت اختلاف ہوا، کیونکہ ہر ایک ہی چاہتا تھا کہ یہ کام اسی کے ہاتھ سے سر انجام پائے، چار دن تک برابر یہی جھگڑا رہا، آخر ابو امیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے بڑھ کر بڑی عمر کا تھا، یہ رائے دی کہ کسی کو حکم بنا کر اس کے فیصلے پر عمل کریں، اس رائے کو مانا گیا اور قرار دیا گیا کہ جو کوئی اب سب سے پہلے حرم میں آئے گا وہی سب کا حکم ہوگا، اتفاقاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے، آنحضرت کو دیکھنا تھا کہ,,ھذاالامین رضیناہ،، کے نعرے لگ گئے (امین آگیا ہم اس کے فیصلے پر سب رضا مند ہیں) آنحضرت نے اپنی زیرکی اور معاملہ فہمی سے ایسی تدبیر کی کہ سب خوش ہوگئے، آنحضرت نے ایک چادر بچھائی، اس پر پتھر اپنے ہاتھ سے رکھ دیا جو ہر ایک قبیلے کے سردار کو

کہا کہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں، اسی طرح اس پتھر کو وہاں تک لائے جہاں قائم کرنا تھا، آنحضرت نے پھر اسے اٹھا کر کونے پر اور طواف کے سرے پر لگا دیا، آنحضرت نے اس مختصر تدبیر سے ایک خونخوار جنگ کا انسداد کر دیا،ورنہ اس وقت کے اہل عرب میں ریوڑ کے پانی پلانے، گھوڑوں کے دوڑانے، اشعار میں ایک قوم سے دوسری قوم کو اچھا بتانے جیسی ذرا ذرا سی باتوں پر ایسی جنگ ہوتی تھی کہ بیسیوں برس تک ختم ہونے میں نہ آتی تھی،،

(رحمۃ للعالمین، جلد اول، ص/46/45)

دینوی معاملات میں کبھی آپ کی رائے نامناسب ہوتی تھی تو آپ متوجہ کرنے پر فوراً اس سے رجوع فرماتے تھے، اس پر اڑتے نہیں تھے اور اس پر اصرار نہیں ہوتا تھا، غزوۂ بدر کے موقع پر جگہ کے انتخاب کے سلسلے میں ایک صحابی نے مشورہ دیا آپ نے اسے قبول فرمایا، حضرت مولانا مفتی سعید احمد پالن پوری رحمہ اللہ البدایہ والنہایہ کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

,,جنگ بدر میں آپ نے لشکر کو ایک جگہ اترنے کا حکم دیا، حضرت حباب بن منذر نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کیا اس جگہ کا انتخاب حکم خداوندی سے ہے یا یہ ایک جنگی تدبیر ہے؟ آپ نے فرمایا کہ یہ ایک جنگی تدبیر ہے، حضرت حباب نے عرض کیا: پھر یہ جگہ مناسب نہیں، فلاں

جگہ مناسب ہے، آپ نے فرمایا: تم نے ٹھیک مشورہ دیا،،

(رحمۃ اللہ الواسعہ، جلد دوم، ص/448)

فتح مکہ پر اسلامی لشکر مکہ میں داخل ہورہا تھا، ہر قبیلے کے پاس جھنڈا تھا، انصار کا جھنڈا حضرت سعد بن عبادہ کے پاس تھا، گزرتے ہوئے انہوں نے ابو سفیان کو دیکھا تو جوش میں بول اٹھے،،الیوم یوم الملحمہ،،(آج گھمسان کا دن ہے) ابوسفیان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی، آپ نے ایسی تدبیر اور حکمت سے ابوسفیان کی شکایت کا تصفیہ کیا کہ وہ بھی خوش ہوگیا اور سعد بن عبادہ کو بھی کوئی رنج نہیں ہوا، مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں۔

،، انصار کا پھریرا حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھا، وہ ابوسفیان کے پاس سے گزرے تو بولے:۔

،،الیوم یوم الملحمة

الیوم تستحل الحرمة

(آج خونریزی کا دن ہے، آج حرمت حلال کر لی جائے گی)

آج اللہ نے قریش کی ذلت مقدر کر دی ہے، اس کے بعد جب وہاں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم گزرے تو ابوسفیان نے کہا: اے اللہ کے رسول! آپ نے وہ بات نہیں سنی جو سعد نے کہی ہے؟ آپ نے فرمایا، سعد نے کیا کہا ہے؟ ابوسفیان نے کہا، یہ

اور یہ بات کہی ہے، یہ سن کر حضرت عثمان اور حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہما نے عرض کیا، یا رسول اللہ! ہمیں خطرہ ہے کہ کہیں سعد قریش کے اندر مار دھاڑ نہ مچا دیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا,, نہیں، بلکہ آج کا دن وہ دن ہے جس میں کعبہ کی تعظیم کی جائے گی، آج کا دن وہ دن ہے جس میں اللہ قریش کو عزت بخشے گا،، اس کے بعد آپ نے حضرت سعد کے پاس آدمی بھیج کر جھنڈا ان سے لے لیا اور ان کے صاحبزادے قیس کے حوالے کر دیا، گویا جھنڈا حضرت سعد کے ہاتھ سے نہیں نکلا،،

(الرحیق المختوم، ص/547)

مدینہ پہنچ کر آپ نے اوس و خزرج کے درمیان مصالحت کرادی جو آپس میں برسوں سے کٹ مر رہے تھے اور یہود نہیں چاہتے تھے کہ وہ باہم متحد ہونے پائیں۔

آپ نے مہاجرین کی معاش کا مسئلہ مواخاۃ کے ذریعہ حل کر دیا، مہاجرین گو کہ دولت مند اور خوش حال تھے لیکن مکہ سے چھپ کر خالی ہاتھ نکلے تھے، آپ نے بڑی خوش اسلوبی سے رشتۂ اخوت قائم کرکے ان کی ضروریات زندگی کا سامان مہیا کر دیا،

علامہ شبلی نعمانی رح لکھتے ہیں۔

,,جب مسجد کی تعمیر قریب ختم ہوئی تو آپ نے انصار کو طلب

فرمایا، حضرت انس بن مالک جو اس وقت دہ سالہ تھے، ان کے مکان میں لوگ جمع ہوئے، مہاجرین کی تعداد پینتالیس تھی،
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کی طرف خطاب کرکے فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں، پھر مہاجرین اور انصار سے دودو شخص کو بلا کر فرماتے گئے کہ یہ اور تم بھائی بھائی ہو اور اب وہ درحقیقت بھائی بھائی تھے، انصار نے مہاجرین کو ساتھ لے جا کر گھر کی ایک ایک چیز کا جائزہ دے دیا کہ آدھا آپ کا اور آدھا ہمارا ہے، سعد بن ربیع جو عبد الرحمن بن عوف کے بھائی قرار پائے، ان کی دو بیویاں تھیں، عبد الرحمن سے کہا کہ ایک کو میں طلاق دیتا ہوں، آپ اس سے نکاح کر لیجئے! لیکن انہوں نے احسان مندی کے ساتھ انکار کیا،،

(سیرۃ النبی، جلد اول، ص170)

تعمیر مسجد، مصالحت اور مواخاۃ وغیرہ سے فارغ ہو کر آپ نے یہود سے امن معاہدہ کیا تاکہ اندرونی خطرات سے اطمینان ہوجائے، مولانا صفی الرحمن مبارکپوری رح لکھتے ہیں۔

,, مدینے کے سب سے قریب ترین پڑوسی یہود تھے، یہ لوگ اگرچہ درپردہ مسلمانوں سے عداوت رکھتے تھے لیکن انہوں نے اب تک کسی محاذ آرائی اور جھگڑے کا اظہار نہیں کیا تھا، اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس میں

انھیں دین و مذہب اور جان و مال کی مطلق آزادی دی گئی تھی اور جلا وطنی، ضبطیٔ جائداد یا جھگڑے کی سیاست کا کوئی رخ اختیار نہیں کیا گیا تھا،،

(الرحیق المختوم،ص/263)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دستور تھا کہ جب کسی غزوہ کا ارادہ فرماتے تو سمت سفر کو مخفی رکھتے تاکہ یہودیوں اور منافقوں کو راز فاش کرنے کا موقع نہ ملے اور دشمنوں کو آپ کی سرگرمی کی اطلاع نہ ہو، موجودہ حالات میں ہندی مسلمانوں کو خاص طور سے آپ کی اس حکمت عملی کو اپنانے کی ضرورت ہے، شوروہنگام سے بچتے ہوئے خاموش منصوبہ بندی ہونی چاہئے، تشہیر سے مخالف چوکنا ہوجاتے ہیں اور کام میں رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت کی یہ چند مثالیں ہیں اگر تفصیل سے لکھا جائے تو مستقل ایک کتاب تیار ہوسکتی ہے، چشم بینا کے لئے اتنا بھی کافی ہوسکتا ہے اور دیدۂ کور کے لئے دفتر کے دفتر بھی بے کار ہیں۔

نبی اکرم ﷺ اور صبر و استقامت

بقلم :- مولانا صابر القاسمی

اصلاح کے لئے اٹھنے والی ہر آواز کو ہر زمانے میں دبانے اور مٹانے کی کوششیں ہوئی ہیں، مصلحین دین کی آؤبھگت گالیوں، رسوائیوں، زیادتیوں اور ضرب و بند سے ہوئی، کسی پر پتھر کی بارش کی گئی، کسی کو آگ کے الاؤ کے حوالے کر دیا گیا تو کسی کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنی پڑیں، نبی اکرم ﷺ نے بھی جب اللہ کا پیغام سنایا، توحید کی دعوت دی، شرک و بت پرستی کی قباحتیں، شناعتیں اور اس پر اللہ کی طرف سے مقرر عذاب سے ڈرایا تو پورا عرب آپ کا جانی دشمن ہوگیا، اجتماعی و انفرادی، قومی و معاشرتی اور خانگی و شخصی غم و الم کی صورتیں آپ کو پیش آئیں آپ نے صبر و استقامت سے ان کا مقابلہ کیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے مشن سے باز رکھنے کے لئے کفار مکہ نے آپ کو ڈرایا، دھمکایا اور مال و دولت کا لالچ دلایا لیکن وہ ہستی ایسی نہیں تھی جس کو ڈرا دھمکا کر اور سیم و زر کی طمع دلا کر اپنے فرض منصبی سے روکا جا سکے، کفار مکہ نے آپ کے چچا ابو طالب سے تہدید آمیز لہجے میں آپ کی شکایت کی کہ اپنے بھتیجے کو ہمارے معبودوں کو برا بھلا کہنے سے منع کردو ورنہ ہم سب مل کر اس سے نمٹیں گے، نبی کریم ﷺ نے جس پامردی اور استقامت سے اس دھمکی کا جواب دیا ہے وہ اپنی

مثال آپ ہے، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری رح ابن ہشام کے حوالے سے تحریر فرماتے ہیں۔

,,جب لالچ کی تدبیر نہ چلی تب سارے قبیلوں کے سردار اکٹھے ہوئے اور نبی ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس آکر یوں تقریر کی:-
ہم نے آپ کا بہت ادب کیا، آپ کا بھتیجا ہمارے ٹھاکروں اور بتوں کو جنھیں ہمارے باپ دادا پوجتے آئے اتنا سخت سست کہنے لگا ہے کہ اب ہم صبر نہیں کرسکتے، آپ اسے سمجھا کر چپ رہنے کی ہدایت کردیں ورنہ ہم اسے جان سے مار ڈالیں گے اور تم اکیلے ہم سب کا کچھ نہیں کر سکو گے۔
سارے ملک کی عداوت دیکھ کر چچا کا دل درد اور محبت سے بھر گیا، اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور سمجھایا کہ بت پرستی کا رد نہ کیا کرو ورنہ میں بھی تمہاری کچھ حمایت نہیں کرسکوں گا۔
نبی ﷺ نے فرمایا,, چچا اگر یہ لوگ سورج کو میرے داہنے ہاتھ پر لا رکھیں اور چاند کو بائیں ہاتھ پر، تب بھی میں اپنے کام سے نہ ہٹوں گا اور خدا کے حکم میں سے ایک حرف بھی کم و بیش نہ کروں گا، اس کام میں خواہ میری جان بھی جاتی رہے،،

(رحمۃ للعالمین جلد اول، ص/60)

حالات خواہ کیسے ہی ناسازگار ہوں صبر و استقامت کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہئے، استقلال و ثابت قدمی سے تیز و تند ہواؤں کے رخ کو موڑا جا سکتا ہے، زندہ دل قومیں حالات سے ڈرتی اور گھبراتی نہیں ہیں بلکہ وقت کے طوفانوں سے مقابلہ کرتی ہیں۔

مساوات

بقلم :- مولانا صابر القاسمی

"ایک سفر میں کھانا تیار نہ تھا، تمام صحابہ نے مل کر کھانا پکانے کا سامان کیا، لوگوں نے ایک ایک کام بانٹ لیا، جنگل سے لکڑیاں لانے کا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ذمہ لیا، صحابہ نے عرض کی یا رسول اللہ! یہ کام ہم خدام کرلیں گے، فرمایا ہاں سچ ہے لیکن مجھے یہ پسند نہیں کہ میں تم سے اپنے کو ممتاز کروں، خدا اس بندہ کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ہمراہیوں میں ممتاز بنتا ہے"

(سیرۃ النبی، جلد دوم، ص/199)

محبت ِ رسول اکرم ﷺ اور گستاخان رسول کا انجام تاریخ کی روشنی میں

بقلم :- مولانا عبداللہ خالد قاسمی خیر آبادی

محسن انسانیت نبی خاتم ،رسول کامل محمد عربی فداہ ابي و امی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کو اللہ تعالی نے عالم انسانیت کے لیے نمونہ عمل بنایا ہے آپ کی ذات ہر لحاظ و اعتبار سے معیار ہے لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

اس آیت میں عموم ہے کہ جس پہلو اور گوشہ سے جانچو اور پرکھو ، کامل ہی پاگے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت و حیات کے ایک ایک لمحہ اور ساعت کو مستند روایات سے معجزانہ طورپر محفوظ کردیا گیا، لہذا آنخضور صلی اللہ علیہ وسلم کے شمائل و خصائل اور صورت و سیرت ، صفات و کمالات، حیات و خدمات ایک موضوع تحقیق اور صنف بیان بن گئے ، ہزاروں کتابیں سیر النبی کے عنوان سے تحریر ہوچکی ہیں اور ہورہی ہیں ،قیامت تک سیر النبی پر تقریر و تحریر کا سلسلہ قائم رہے گا ،پھر بھی یہ دعوی کیا جاسکتا ہے کہ سیرۃ النبی کی جامعیت و اکملیت کا کما حقہ احاطہ، انسانی صلاحیت و قدرت سے باہر ہے، نثرو شعر کے لاکھوں شہ پارے ،الفاظ و عبارات کے لولو و مرجان

سے مرصع کرکے پیش کرنے والوں سے اگر کوئی پوچھے کہ کیا آپ نے سیر النبی کے گلشن ہدایت کا ہر پھول چن لیا ہے یا بحر رسالت کی تہہ میں محفوظ ہر موتی کو پا لیا ہے تو اس کا جواب ہوگا کہ سیرۃ النبی کے بحر ناپیدا کنار کا ایک قطرہ بھی اس کی جامعیت و افادیت کے ساتھ یں پیش نہ کرسکا، چہ جائیکہ غوطہ خوری کا مدعی بنوں، حق تو یہ ہے کہ جس جگہ پر ادب وفن ،فصاحت و بلاغت اور تشبیہات و استعارات کی انتہا ہوتی ہے،سیر النبی کے لیے الفاظ و تعبیرات اور معانی و عبارات کی ابتدا وہیں سے ہوتی ہے۔

فصاحت کو تحیر ہے بلاغت کو پریشانی
کہ لفظوں سے بہت بالا محمد مصطفی تم ہو

جمال صورت جو نگاہوں کے سامنے تھا آنکھیں جس کا مشاہدہ کرتی تھیں اس کے بارے میں فن شعر کے امام ،شاعر رسول حضرت حسان بن ثابت انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ کہہ کر اپنی عجز بیانی کی سپر ڈال دی کہ

واحسن منک لم ترقط عینی . واجمل منک لم تلد النساء

میری آنکھوں نے آپ سے زیادہ حسین کسی کو نہیں دیکھا،اور آپ سے زیادہ خوبصورت کسی عورت نے بچہ نہیں جنا۔

خلقت مبرأً من کل عیب . کانک قد خلقت کما تشاء

آپ ہر عیب سے پاک و صاف پیدا کئے گئے،یقینا آپ اپنی حسب مرضی کامل ترین پیدا کئے گئے ہیں۔

جب ایک کامل فن، حاس دل شاعر جمال صورت کی عکاسی میں عاجز وقاصر ہوگیا تو سیرت و اوصاف کے کمال و جمال کو کون ماہر ادیب احاطہ ضبط میں لاسکتاہے۔
اس کے بعد بھی اگر کوئی دریدہ دہن بکواس و ہفوات کرتا ہے یا فاسد الفکر فاتر العقل تحقیق و تبصرہ اور دیانت داری کی دھجیاں اڑاتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کاملہ پر نازیبا نقد و تبصرہ کرکے سستی شہرت حاصل کرنا چاہتا ہے تو اس کا کوئی علاج نہیں ۔
محبت ایک طبعی میلان ہے محبت کی نہیں جاتی، ہو جاتی ہے۔
بس محبت کے اسباب ہونے چاہئیں،محبت کمال و جمال سے بھی پیدا ہوتی ہے جب کسی انسان کو دوسرے انسان میں کوئی ایسی صفت نظر آتی ہے جس کی طرف اس کا دل مائل ہوتا ہے تو کہا جاتا ہے کہ محبت ہوگئی ہے۔اور جب کسی پر کسی کا حسن سیرت منکشف ہوجائے تو پھر حسن صورت اس کے لیے کوئی حیثیت نہیں رکھتا اور سیرت سے محبت لازوال ہو تی ہے، جب کہ صورت سے محبت و صف کے تغیر کے ساتھ بدلتی رہتی ہے ۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالی نے نمونہ و معیار بنانے سے قبل آپ کے ظاہری و باطنی حسن کو درجہ کمال پر پہنچایا ، آپ کی ذات و صفات اتنی مکمل و مدلل بنائی کہ سلیم الطبع انسان کا دل محبت کے لیے بے تاب ہوجائے، اس کے ساتھ محبت

میں شدت و کمال پیدا کرنے کے لیے آپ کی سیرت کا ہر گوشہ نمایاں کر دیا تاکہ لوگوں کو تحقیق و مشاہدہ اور تجربہ سے معلوم ہوجائے کہ آپ کی ذات و صفات میں محبت کو نفرت سے بدلنے والا کوئی عنصر ہے ہی نہیں، اس لیے جس کو سیر النبی سے ربط ہوگا اس کو محبت ہو جائے گی۔

ان سب کے باوجود آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا ہر صاحب ایمان پر لازم کر دیا تاکہ جو دین و شریعت آپ لے کر تشریف لائے ہیں اس کے احکام و اوامر اور مسائل و معارف میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی آسان ہوجائے کیونکہ اتباع و پیروی اس کی کی جاتی ہے جس کی کوئی ادا دل کو پسند آجائے اور یہاں حال یہ ہے کہ ہر ادا پر دل قربان ہونے کو بے تاب اور بے قرار ہے اور محبوب کی کسی ادا کی تنقیص اور اس کی ذات کی تحقیر و تذلیل گوارہ نہیں اس لیے کہ ذات و صفات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کسی بھی طرح کا منفی نقد و تبصرہ، بہتان وافترا اور صریح جھوٹ ہوگا۔

چونکہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے بغیر اسلام کے احکام پر عمل ممکن نہیں اس لیے کمال عمل کے لیے کمال محبت کو جزو ایمان قرار دیا گیا اسی محبت سے ایمان کی لذت حاصل ہوگی جو راہ حق میں فنائیت و اکملیت کی معراج تک پہنچائے گی۔ محبت رسول سے متعلق چند احادیث پر نظر ڈالیں تاکہ محبت رسول کی بیان کردہ حکمتیں واضح ہوجائیں۔

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من نفسه ومأله وولده والنأس اجمعین۔

السنن الکبری عن قتادة

تم میں کوئی مومن کامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک خود اس سے ،اس کی جان و مال اور اولاد اوردوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاں۔

اور یہی حدیث دوسرے الفاظ کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بخاری و مسلم میں مروی ہے:

لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده وولده والنأس اجمعین۔ متفق علیه

وعنه: ثلاث من کن فیه وجد حلاو الایمأن ان یکون الله ورسوله احب الیه مما سواہما۔ متفق علیه

تم میں کوئی مومن (کامل نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ میں اس کے نزدیک اس کے باپ، اولاد اوردوسرے تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ بن جاں۔

اور حضرت انس ہی سے مروی ہے: تین خصلتیں جس کے اندر ہونگی وہ ایمان کی حلاوت پالے گا۔ان میں سے ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسول اس کوسب سے زیا دہ محبوب ہو جائیں۔

دنیا میں عشق و محبت کی بے شمار کہانیاں بکھری ہیں ان میں

سے کچھ تاریخی حیثیت اور ضرب المثل بن چکی ہیں جیسے لیلی مجنون، شیریں فرہاد، وغیرہ کی داستان محبت مگر دنیا میں محبت کی جو سچی اور حقیقی داستان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے رقم کی ہے اس کی مثال پیش کرنے سے اہل تحقیق قاصر ہیں۔

اصحاب مصطفی رضی اللہ عنہم اجمعین نے عشق رسول میں سرشار ہوکر انقلاب آفریں کردار ادا کیا اور اپنے کارناموں کے ہمہ گیر اثرات چھوڑے ہیں۔ فداکاری جاں نثاری کی ایسی نادر الوجود تاریخ مرتب کردی ہے جس کی نظیر عشق و محبت کی دنیا میں ملنا محال ہے۔ اس لیے کہ وہ ایمانی محبت تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مسلمانان عالم کو جو محبت و عقیدت ہے عصر حاضر کے یہود و نصاری اس سے بخوبی واقف ہیں اور جانتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت سے مسلمانوں کا تعلق ایمان و عقیدہ کا تعلق ہے آنحضور کی عزت و عظمت پر ذرہ برابر آنچ آجائے اور مسلمان پر سکون رہیں ممکن نہیں، مسلمان عملی اعتبار سے جتنے بھی ناکارہ اور فکری لحاظ سے جس قدر بھی منتشر ہوں مگر محبت رسول کی چنگاری ان کے خاکستر میں چھپی ہے جو ذرا سا کریدنے پر آتش فشاں بن کر پھوٹ پڑے گی، مسلمان اپنے ایمان و عقیدہ کا سودا نہیں کرسکتے آخری سرمایہ نہیں لٹا سکتے۔

فرانس میں آزادی رائے کے نام پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا

خیالی کارٹون شائع کیا جو درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دہشت گردی کا بانی، انتہا پسندی کا داعی ثابت کرنے کی انتہائی گھناؤنی سازش کا حصہ تھا ،اسلام کا استہزا اور مسلمانوں کا تمسخر اڑانا ہے(نعوذ باللہ)

آخر یہ کون سی آزادی رائے ہے کہ یہود ونصاری کی طرف سے اسلام دشمنی کی ہر کوشش کو آزادی رائے ،تہذیب جدید،وقت کی ضرورت جیسے خوبصورت ناموں سے یاد کیا جائے ۔پھر آزادی کا یہ مطلب کہاں سے اخذ کرلیا گیا کہ کسی کو گندی گندی گالی دی جائے اور جو منہ میں آئے ہذیان بک دیا جائے اورآزادی رائے کہہ کے صرف نظر کیا جائے۔

ذیل کی سطور میں شان رسالت میں گستاخیاں کرنے والوں کے عبرت ناک انجام کا ایک تاریخی جائزہ پیش کیا جارہاہے۔

☆ عہد رسالت میں بھی گستاخی رسول کی سزا قتل تھی، فتح مکہ کے موقع پر جن چند دریدہ دہن انتہا پسند دشمنوں کو ہر حال میں قتل کرنے کا حکم تھا ان میں عبد العزی بن خطل بھی تھا جو پہلے مسلمان ہوگیا تھا پھر ایک غلام کو قتل کرکے مکہ چلا گیا اور مرتد ہوکر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخانہ اشعار کہتا اورباندیوں کو ان کے گانے کا حکم دیتا تھا۔ فتح مکہ کے دن بیت اللہ کے پردوں سے لپٹ گیا مگر اللہ تعالی کو شان رسالت میں گستاخی اتنی مبغوض تھی کہ حرم مکی میں ہی اس کو قتل کرنے کی اجازت دی گئی آخرکار حرم ہی میں واصل جہنم کردیا گیا۔

☆ حویرث بن نقید شاعر تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں اشعار کہتا تھا لہذا واجب القتل قرار دیا گیا فتح مکہ کے موقع پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں جہنم رسید ہوا۔

☆ کعب بن اشرف بنو نضیر کے سرداروں میں سے تھا یہودیوں کا زبردست عالم اور شاعر بھی تھا اس کو مسلمانوں سے شدید نفرت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سخت عداوت تھی مشرکین عرب کو مسلمانوں کے خلاف متحد کرنے اور بنو نضیر کو بدعہدی پر آمادہ کرنے میں اس کا بہت گھناؤنا رول تھا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے دل اس کی دریدہ دہنی سے مضطرب تھے جب کسی صورت میں اس کی بد زبانی بند نہ ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو مباح الدم قرار دیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ انصاری نے اس کو قتل کرنے کی اجازت طلب کی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ کعب بن اشرف بہت ہی مکار اور شاطر دشمن ہے اس کے لیے شاطرانہ انداز اختیار کرنے کی اجازت دیجئے، اگر میں مصلحتا آپ کی شان کے خلاف اس سے بات کروں اس کو درگذر فرمایا جائے آنحضور نے فرمایا تم کو اجازت ہے۔ محمد بن مسلمہ اپنے دو ساتھیوں کے ساتھ کعب بن اشرف کے پاس آئے اور کہا اس شخص نے (اشارہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ

وسلم کی طرف تھا جس کی پہلے سے اجازت لے چکے تھے) ہم سے صدقہ مانگ کر مشقت میں ڈالدیا ہے۔ یہ سن کر کعب بن اشرف خوش ہوگیا اور کہنے لگا واللہ ابھی تم اور بھی نالاں ہوجاگے۔ اس قسم کی گفتگو کے بعد محمد بن مسلمہ نے اس سے بطور قرض گیہوں یا کھجور طلب کی اور رہن میں ہتھیار رکھنے کا وعدہ کیا محمد بن مسلمہ واپس چلے گئے ان کے بعد حسب پروگرام حضرت ابو نائلہ رضی اللہ عنہ آئے اور انھوں نے بھی محمد بن مسلمہ جیسی گفتگو کی اور یہ بھی کہا کہ میرے کچھ ساتھی اور ہیں جو میرے نظریہ پر متفق ہیں اور آپ کے پاس انھیں لانا چاہتا ہوں تا کہ آپ ان پر بھی احسان کریں۔ کعب کی تو دلی مراد پوری ہورہی تھی وہ رسول اللہ کے صحابہ کو ان سے توڑنے کا خواب شرمندہ تعبیر ہوتا دیکھنے لگا جھٹ سے اجازت دیدی۔

قول و قرار کے بعد چاندنی رات میں یہ لوگ اپنے ہتھیار لے کر کعب بن اشرف کی قلعہ نما حویلی پر پہنچے اور اس کو پکارا کہ نیچے اترے اورہمارے لائے ہوئے ہتھیار دیکھے کعب بن اشرف قلعہ سے نیچے اترنے کو تیار ہونے لگا تو اس کی نئی نویلی دلہن نے منع کیا اور کہا کہ مجھ کو خون کی بو محسوس ہورہی ہے۔ مگر وہ مانا نہیں جب وہ نیچے آیا توان لوگوں‌نے پروگرام کے تحت اس کے ساتھ چہل قدمی اور گفتگو شروع کردی، کعب عطریات کا شوقین تھا اور لمبے بال رکھتا تھا، ابو نائلہ نے اس کی

تعریف کرنی شروع کی اور خوشبو سونگھنے کی اجازت چاہی اس نے کبر و نخوت کے انداز میں اجازت دیدی، انہوں نے خود بھی سونگھا ساتھیوں کو بھی سنگھایا اوراس کے سر میں انگلیاں پھیرنے لگے اس طرح کئی بار کیا پھر موقع دیکھ کر جھٹکے سے اس کے بالوں پر اپنی گرفت مضبوط کرکے اپنے قابو میں کرلیا اورکہا ختم کر و دشمن خدا کو، کئی تلواریں اس پر پڑیں لیکن کام نہ کر سکیں تو محمد بن مسلمہ نے برچھی اس کے زیر ناف حصہ پر ماری جو آر پار ہو گئی۔ اس طرح اللہ اور اس کے رسول کا دشمن اپنے انجام بد کو پہنچا۔

☆حضرت کعب بن زہیر بن ابی سلمی مشہور شاعر کے مشہور شاعر بیٹے تھے جب ان کے بھائی بجیر حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو کعب کو یہ اقدام انتہائی ناگوار گذرا اورآنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجو میں گستاخانہ اشعار کہہ ڈالے، آپ نے ان کو قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا تھا، مگر قسمت میں اسلام لانے کی اور شاعررسول بننے کی سعادت لکھی تھی، اپنے بھائی بجیر کی تحریک پر چھپ کر مدینہ آئے دربار رسالت میں حاضر ہوئے اسلام لانے کی خواہش ظاہر کی مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے حد درجہ ناراض تھے ابتداء سکوت فرمایا منشائے رسالت یہ تھا کہ کوئی کیفر کردار کو پہنچادے لیکن صحابہ خاموشی کی حکمت نہ سمجھ پائے جب اصرار بڑھا تو عقیدت مندوں میں شامل کرلئے گئے

اس موقع پر انھوں نے اپنا شہرہ آفاق مدحیہ پیش کیا جو بانت سعاد سے مشہور ہے۔ آنحضور نے قصیدہ پسند فرمایا اور خوش ہو کر اپنی چادر (بردہ) ان کو عطا فرمائی۔

کعب بن زہیر یقینا قتل کئے جاتے اگر دامن رسالت میں پناہ نہ لیتے ان کی ذات پر یہ شعر کتنا صادق آرہا ہے

نہ کہیں جہاں میں اماں ملی جو اماں ملی تو کہاں ملی
مرے جرم ہائے سیاہ کو تیرے عفو بندہ نواز میں

☆حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ ایک نابینا آدمی کے پاس ایک باندی تھی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی برائیاں بیان کرتی تھی اور شان رسالت میں نکتہ چینی کیا کرتی تھی ،ایک رات جبکہ وہ باندی شان رسالت میں گستاخانہ کلمات کہہ رہی تھی اس نابینا صحابی نے اس کو اس سے روکا لیکن وہ باز نہ آئی تو انھوں نے اسے قتل کردیا ،اس کے قتل کی خبر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی تو آپ نے تحقیق حال کے لئے لوگوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ میں قسم دیتا ہوں اس شخص کو جس پر میرا حق ہے کہ جو بھی قاتل ہو کھڑا ہوجائے یہ سن کر وہ نابینا صحابی کھڑے ہوئے اور پوری صورت حال بیان کی اور اس باندی کے قتل کا اقرار کیا اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو گواہ بنا کر فرمایا کہ اِن دمہا ہدر یعنی ان کے خون کرنے پر کوئی داروگیر نہیں ہے۔(ابو داود)

اسلام کے اولین دور میں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی اور ان کے سلسلے میں توہین آمیز کلمات کہنے والوں کی عبرت ناک انجام کا یہ ایک تاریخی تجزیہ تھا، اس انداز کے گستاخان رسول تاریخ کے صفحات میں اور بھی موجود ہیں جن کو اسلام نے ان کے کیفر کردار تک پہونچانے کا حکم دیا ہے۔اس وقت میڈیا وصحافت کے نام پر ناموس رسالت پر حملہ کرنے والے دیگر اسلام دشمن عناصر، ان سب کے اور دور اول کے معاندین رسول کے مقاصد میں بالکل یکسانیت ہے۔امت مسلمہ کے افراد کاش اسے محسوس کریں اور ان اسلام دشمن عناصر سے مکمل بائیکاٹ کریں ان کی تہذیب ،ان کی معاشرت ، ان کا کلچراوران کی معیشت کو اختیار کرنے سے مکمل پرہیز کریں ،یہی اسلامی حمیت اور دینی غیرت کے ساتھ اپنے مسلمان اور سچے عاشق رسول ہونے کا ثبوت ہوگا۔

عبداللہ خالد قاسمی خیرآبادی
موبائل نمبر :- 7895886868
abdullahkhalid59@gmail.com

"وَرَفَعْنَالَکَ ذِکْرَک"

بقلم :- مفتی محمد اجود اللہ پھولپوری

ماہ رواں ماہ ربیع الاول وہ مہینہ ہے جس مہینہ میں وہ ہستی دنیا میں وجود پزیر ہوئی جسکی زندگی انسانیت کیلئے سراپا رحمت،جس کا ایک ایک عمل راہ ہدایت،جس کی ایک ایک سانس رب کی شکر گزاری اور انسانیت کی فلاح و بہبود کیلئے وقف،جس کا تیار کردہ ایک ایک فرد دنیا کیلئے آئیڈیل اور نمونہ،جس کا ایک ایک عمل مشعل راہ،جس کا ایک ایک قدم انسانیت کی فلاح،جس کی باتوں پر عمل آوری باعث نجاح،جس کی غلامی انسانوں کی معراج،جو باعث تخلیق سنسار،جو محبوب رب کائنات،جو سراپا رحمت،اسکی زبان رحمت،اسکا دماغ رحمت،اس کی سوچ رحمت...... اسکی رحمت صرف مسلمانوں کیلئے ہی نہیں بلکہ سارے عالم کیلئے عام.... وہ رحمت المسلمین نہیں بلکہ رحمت اللعالمین بن کے تشریف لایا اس کامشن سلامتی،اس کا عمل سلامتی،اس کا ایک ایک فرد سلامتی، وہ ایک ایک شخص تک اسلام کی سلامتی پہونچانے کیلئے کوشاں رہا دنیا کے ایک ایک کونے تک اسلام کی سلامتی پہونچانا اسکا مشن رہا اس نے اپنے مشن کیلئے صعوبتیں برداشت کیں

در در کی ٹھوکریں کھائیں پتھروں سے جسم کو چھلنی کروایا پر اپنے مشن سے پیچھے نہیں ہٹا اسکا مشن اپنے لیئے دنیا سمیٹنا نہیں تھا اسکا مشن سرداری اور زمینداری نہیں تھا بلکہ وہ انسانوں کو جہنم کے راستہ پر چلنے سے روکنا چاہتا تھا وہ انسانیت کو تباہی سے بچانا چاہتا تھا وہ ہمیں، آپکو، ہم سبکو سلامتی سے آشنا کرانا چاہتا تھا

وہ دانائے سُبل، ختم الرسل مولائے کل جس نے
غبارِ راہ کو بخشا ....فروغ وادی سینا
نگاہ عشق و مستی میں...... وہی اول وہی آخر
وہی قرآں ، وہی فرقاں ، وہی یٰسیں ، وہی طٰہٰ

مشن سلامتی کا تھا مشن پرخلوص تھا یوں بھی سلامتی کسے پیاری نہیں دنیا اسے قبول کرتی چلی گئی پر یہ بات روز اول سے تاہنوز امن و سلامتی کے دشمنوں کو کھٹکتی رہی دہشت گردوں کو ایک آنکھ نہ بھائی، شیاطین اور ابن الشیاطین اس مشن کے خلاف طرح طرح کے پروپیگنڈے کرنے لگے زیادتیاں کیں تکلیفیں پہونچائیں پھر بھی بس نہ ہوا تو کردار کشی پہ اتر آئے لیکن نہ تو مشن رکا اور نہ ہی سلامتی شیطان کے چیلے راہ کی رکاوٹ بنتے رہے مصطفی کے دیوانے انہیں ٹھوکریں مارتے آگے بڑھتے دنیا کو سلامتی بانٹتے رہے

ستیزہ کار رہاہے ازل سے تا امروز
چراغِ مُصطفویؐ سے.... شرارِ بُولہبی

ماضی قریب میں ورلڈٹریڈ سینٹر کی تباہی اور اسکے خیالی ملزم کو

مملکت اسلامیہ کی طرف سے قول رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی لاج رکھتے ہوئے بہادر امریکہ کے حوالہ کرنے سے انکار کے بعد اسلام پر ریسرچ تیزی سے بڑھ گیا جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ لوگ خود کو اسلام سے دور نہ رکھ پائے اور اسلام ایک بار پھر یورپین ممالک کو تیزی سے اپنی آغوش سلامتی میں سمیٹنے لگا یہ بات نطفۂ ناتحقیقوں کو راس نہ آئی اور وہ بھی اپنے آباو اجداد کی طرح کردار کشی پہ اتر آئے آزادئ اظہار خیال کے نام پر اوچھے ہتھکنڈے اپنانے لگے نبی کی ذات کا مذاق گستاخانہ خاکوں کے توسط سے کھلے عام کرنے لگے۔

سب سے پہلے (2015) میں فرانس کے چارلی ہیبدو نامی جریدہ میں یہ ناپاک عمل وجود میں آیا اسکے بعد عاشقان نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسکے دفتر پر حملہ ہوا خیر اسکے بعد معاملہ زیر عدالت چلا لیکن اس واقعہ کے بعد سے ہی فرانس کے ایک مڈل کلاس اسکول کا تھرڈ کلاس ناہنجار "سموئل پیٹی" آزادئ اظہار خیال کے نام پر چارلی ہیبدو کے اسی گستاخانہ خاکے کو سامنے رکھ کر ہر سال بحث و مباحثہ کراتا رہا جسکی شکایت بھی ایک بچی کے والد کی طرف سے تحریری طور پہ اسکول انتظامیہ کو کی گئی لیکن انکے کان پہ جوں تک نہ رینگی مجبورا اس بچی کے والد نے شوشل میڈیا کا سہارا لیا اور اس سارے واقعہ کو عوام کی عدالت میں پیش

کردیا افروز نامی ایک ۱۸ سالہ چیچن نژاد یہ غم برداشت نہ کرسکا اور چاقو سے اس گستاخ کا سر قلم کرکے واصل جہنم کردیا اور اسکے انعام میں پولس نے اسے راہ شہادت کا راہی بنادیا

انا للہ وانا الیہ راجعون

جو جان مانگو تو جان دے دیں ..... جو مال مانگو تو مال دے دیں

مگر یہ ہم سے نہ ہوسکے گا نبی کا جاہ و جلال دے دیں

یہ بات مسلّم ہیکہ کسی بھی فرد کو قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لینا چاہئے لیکن انسانیت کا تقاضہ ہیکہ ایسے گستاخوں کے خلاف بھی کڑی سے کڑی کاروائی ہو اگر وقت رہتے انصاف کردیا گیا ہوتا تو نوبت ایںجا نہ رسید

خیر ایک فرد نے قانون توڑا جسکی عوض اسے اپنی زندگی کھونی پڑی معاملہ یہاں رک جانا چاہئے تھا پر افسوس خود کو سلامتی اور انصاف پسندی کا تمغہ دینے والوں نے انسانیت کی ساری حدیں پھلانگ دیں فرانس کے شیطان اعظم (وزیر اعظم) نے ان گستاخانہ خاکوں کی کھلے عام تشہیر کی اجازت دیدی اور سڑکوں اور عمارتوں پر بڑے بڑے پوسٹر آویزاں کراکے کروڑوں اربوں مسلمانوں کی دل آزاری کی..... طرفہ تماشہ یہ کہ پورا یورپ خاموش تماشائی بنا رہا اللہ تعالی سبھی کو انکے عبرتناک انجام تک پہونچائے آمین

حماقت کی انتہا دیکھئے مذاق کس کا اڑایا جارہا ہے اس ذات کا جو رحمۃ اللعالمین ہے، اس ذات کا جو محبوب رب العالمین ہے، اس ذات کا جو معصوم عن الخطاء ہے، اس ذات کا جس کا کردار باصفا ہے، اس ذات کا جو سارے عالم سے پارسا ہے، اس ذات کا جس کے اعمال خوش گوار ہیں، اس ذات کا جس کے افعال با اخلاص ہیں، یہ سب کچھ صرف اسلئے کہ اس ذات کو نیچا دکھایا جاسکے جو سب سے ارفع و اعلی ہے، اس ذات کو ادنی دکھایا جاسکے جس کی پہنچ فرشتوں سے بھی بلند وبالا ہے،اس ذات کے رتبہ کو گھٹایا جاسکے جو سب سے اعظم و معظم ہے

ارے احمقوں ! اسکے رتبہ کو بھلا کون گھٹا سکتا ہے جس کے ذکر کا ڈنکا خود رب کائنات

نے "وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ" کہ کے چہار دانگ عالم میں بجوا دیا ہو، اسکے مرتبہ کو بھلا کون زک پہونچا سکتا ہے جسکے نام کو رب العالمین اپنے نام کے ساتھ جوڑ کر صبح قیامت اور مابعد قیامت تک کیلئے زندہ و جاوید کردیا ہو،دنیا کی گھڑی کا کوئی ایسا سکنڈ نہیں جس سکنڈ میں اسکا نام رب کے نام کے ساتھ نہ پکارا جاتا ہو

أَشْهَدُ أَن لَاّ إِلٰهَ إِلاَّ اللهُ و أَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللهِ،

تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا .... ہزاروں کا سہی
اب جو تاحشر کا فردا ہے..... وہ تنہا تیرا

کمال دیکھیں انگشت نمائی کون کررہا ؟ وہ جنکے نطفوں کا پتہ نہیں، ایسے سماج کے پروردہ جہاں بچے پہلے شادیاں بعد میں ہوتی ہیں،اور ان کی سرپرستی کون کررہا وہ شیطان اعظم جسکا کردار یہ کہ وہ بارہ سال کی عمر میں اپنی استانی سے بدکاریاں کرتا رہا، جس کے خود کے بچے شادی سے پہلے جوان ہوگئے

رات کے تاریک سناٹوں کی....... پیداوار لوگ

میکدے میں سیرت خیرالبشر پہ نکتہ چیں

خیر یہ تو دشمن ہیں انکا کام ہی دشمنی نبھانا ہے افسوس تو ان عربوں پے ہے جنکی اقتصادیات اور معاشیات نبی کے صدقہ ترقی پزیر ہے جنکی کل آمدنی کا ایک موٹا حصہ زائرین حرمین (معتمرین و حجاج) کی مرہون منت ہے وہ بھی خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں زبانیں گنگ ہوگئیں اسکے سفیر کو ملک بدر کرنا تو دور اس شیطان مردود کے خلاف ابھی تک ایک حرف بھی نا نکل سکا یوں تو ہم سبھی اس نبی کا صدقہ کھاتے ہیں لیکن عرب نبی کے صدقات کے طفیل جو کچھ پارہے ہیں وہ دنیا کھلی آنکھوں سے دیکھ رہی ہے کچھ تو لاج و شرم کرلیتے کچھ تو حق حلال کرلیتے فرانسیسی مصنوعات پہ روک تو دور ایک مذمتی بیان بھی سامنے نہ آسکا افسوس ہے ایسی غیرت پر اللہ تعالی ہم سبکو باغیرت اور باحمیت بنائے اور اپنے نبی کی حرمت پہ مر مٹنے کا جذبہ نصیب فرمائے آمین

حالات سب کے سامنے واضح ہیں غیر تو غیر اپنے بھی نبی کی بے حرمتی پہ آنکھیں موندے بدمست ہیں ایسے میں ہم سب کی ذمہ داری ہیکہ ہم نبی کی بے حرمتی پر صدائے احتجاج بلند کریں اور شوشل میڈیا پہ غصہ کی جو آگ بھڑک رہی ہے اسے سرد نہ ہونے دیں ہماری مجبوری ہے کہ ہم کوتاہ دست ہیں ہمارے ہاتھ اس مذموم،مردود،لعین،رجیم،ابلیس کی گردن تک نہیں پہنچ سکتے پر بحیثیت مسلمان اور بحیثیت نبی کے غلام ہماری ذمہ داری ہیکہ ہم اپنی کوشش حتی المقدور جاری رکھیں گردن نہ سہی اس کی مصنوعات کا بائیکاٹ کرکے اسکی اقتصادیات کو ضرور توڑ مروڑ سکتے ہیں نیز ان ملکوں کی مصنوعات سے بھی بچیں جو اس ملک کے شانہ بشانہ ہیں

اور ساتھ ہی ساتھ یہ عہد بھی کریں کہ ہم نبی کی تعلیمات،اسکے فرمودات کو اپنی زندگیوں میں اس شدت سے شامل کرینگے کہ زمانہ خود چیخ پڑے وہ دیکھو محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام آرہا ہے نبی کی سنت سے اپنے اعمال و اخلاق اور رہن و سہن کو اس قدر معطر کرینگے کہ ہر گزرنے والا اسکی خوشبو محسوس کرسکے

اللہ تعالی ہم سب کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سچا پکا عشق نصیب فرمائے آپ کی ایک ایک سنت کو اپنی زندگیوں میں شامل کرنے کی توفیق مرحمت فرمائے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وفاداری کے صدقہ و طفیل اپنی رضا و خوشنودی نصیب فرمائے.....آمین

کی محمد سے وفا تونے.............. تو ہم تیرے ہیں
یہ زمیں چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں